درس نظامی کی تمام کتب منطق خصوصاً ایساغوجی کیلئے ایک بہترین رہنما کتاب

درسِ ایساغوجی

مع تمارین تیسیر المنطق

افادات

حضرت العلامہ مفتی عبد السمیع شہید نور اللہ مرقدہ

ناظم ومدرس جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

تصحیح و ترتیب

محمد سفیان بلند

کتب خانہ اشرفیہ

قاسم سینٹر دوکان نمبر ۳۳ اردو بازار کراچی

فون نمبر ۷۷۰۰۹۴

من لم يعرف المنطق فلاثقة له فی العلوم اصلا (الامام الغزالیؒ)

درس نظامی کی تمام کتب منطق خصوصاً ایساغوجی کیلئے ایک بہترین رہنما کتاب

درس ایساغوجی

مع تمارین تیسیر المنطق

افادات

حضرت العلامہ مفتی عبدالسمیع شہید نور اللہ مرقدہ
ناظم ومدرس جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی

ضبط وترتیب
محمد سفیان بلند

کتب خانہ اشرفیہ
قاسم سینٹر دوکان نمبر ۳۳ اردو بازار کراچی
فون نمبر ۰۹۴۱۔۷۷۰۰

نام کتاب : درس ایساغوجی

افادات : حضرت علامہ مفتی عبدالسمیع شہید نوراللہ مرقدہ

ضبط وترتیب : محمد سفیان بلند

کمپوزنگ : مولانا محمد مامون الحق، جمشید روڈ-۱

ناشر

کتب خانہ اشرفیہ قاسم سینٹر، دوکان نمبر ۳۳، اردو بازار کراچی
فون ۷۷۷۰۰۹۴

اسٹاکسٹ

مکتبہ تھانوی مولوی مسافر خانہ ایم اے جناح روڈ کراچی ۱
فون ۷۷۷۷۶۲۰

دیگر ملنے کے پتے

کتب خانہ مظہری گلشن اقبال ۲ کراچی۔ نور محمد کارخانہ تجارت کتب آرام باغ کراچی۔

اسلامی کتب خانہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی۔ مکتبہ قاسمیہ علامہ بنوری ٹاؤن کراچی۔

اقبال بک سینٹر صدر کراچی۔ حاجی امداد اللہ اکیڈمی ٹاور مارکیٹ حیدر آباد۔

مکتبہ رحمانیہ غزنی اسٹریٹ اردو بازار لاہور۔ مکتبہ سید احمد شہید ۱۰۔ الکریم مارکیٹ اردو بازار لاہور۔

مکتبہ مکیہ مکی مسجد ۲۲ علامہ اقبال روڈ لاہور۔ مکتبہ المعارف محلہ جنگی عقب قصہ خوانی بازار پشاور۔

فہرست درس ایساغوجی

المقدمة

نمبر شمار	عنوان	صفحہ

بحث التصورات

نمبر شمار	عنوان	صفحہ

نمبر شمار	عنوان	صفحہ

بحث التصدیقات

نمبر شمار	عنوان	صفحہ

نمبر شمار	عنوان	صفحہ

مباحث تناقض

مباحث عکس (عکس مستوی، عکس نقیض) 119

نمبر شمار	عنوان	صفحہ

مباحث قیاس 125

نمبر شمار	عنوان	صفحہ

تسهيل المنطق في حل اسئلةتيسير المنطق

تصورات

تصدیقات

نمبر شمار	عنوان	صفحہ

باسمہ سبحانہ وتعالیٰ

بشارت محمود

بروز منگل ۲۴/ جمادی الثانی ۱۴۲۰ھ بمطابق ۱/۵ اکتوبر ۱۹۹۹ء کو میں نے خواب میں ایک عظیم شخصیت کو دیکھا...... وہ خوبصورت اور وجیہہ چہرہ...... وہ نور سے پُر، ہنستا ہوا گلاب...... جس پر ڈاڑھی نے حسن کو مزید دوبالا کر دیا تھا...... جس سے چھن چھن کر گرتی ہوئی خوشبو محسوس ہو رہی تھی...... وہ چہرہ...... مفکر اسلام...... قائد ملت اسلامیہ...... حضرت مولانا مفتی محمود رحمہ اللہ کا تھا...... جس سے نور نکلتا ہوا دکھائی دے رہا تھا، آپؒ نے مجھے اپنے قریب کیا اور مجھے گلے لگایا اور میرے رخسار پر آپ نے بوسہ دیا اور مجھے بھی آپ کے رخسار پر بوسہ دینے کی سعادت ملی، پھر آپ نے فرمایا کہ ''تم نے اچھا کیا کہ مفتی عبدالسمیع صاحبؒ کی تقریر کو لکھ کر ترتیب دی اور ایساغوجی کی شرح کی صورت بنائی اور اس پر مفتی شامزئی صاحب اور مفتی ھالیجوی صاحب نے تقریظ کر کے بہت اچھا کیا......'' انتھیٰ۔

میں نے یہ خواب جب اپنے ایک استاذ کو سنایا تو آپ نے فرمایا کہ ''اس خواب کو کتاب کے ساتھ چھپواؤ اور کتاب کے ابتدائی حصہ پر لگواؤ، یہ تو اکابر کی طرف سے عظیم بشارت ہے''۔

محمد سفیان بلند عفا اللہ عنہ

انتساب

ان حضرات کے نام......

جو علم و عمل کے دریا تھے.........................،

جو حکمت و شرافت کے پہاڑ تھے.....................،

جو تواضع و سادگی کے پیکر تھے.....................،

جو اخلاص و تقوی کی شمع تھے.....................،

جو محبت و اخوت کے خواہاں تھے.....................،

جو توحید و رسالت کے داعی تھے.....................،

جو عقیدۂ ختم نبوت کے مبلغ تھے.....................،

جو عظمت صحابہؓ کے علمبر دار تھے.....................،

جو مذہب احناف کے ترجمان تھے.....................،

جو مسلک دیوبند کے چشم و چراغ تھے.....................،

میری مراد اس سے

''حضرات اکابرین بنوری ٹاؤن نور اللہ مراقدھم''

اور میرے مربی و دادا پیر و جد روحانی

''حضرت پیر طریقت مولانا سید رضی الدین احمد فخری قدس سرہٗ'' ہیں۔

جن کی دعاؤں، نصیحتوں اور ہمدردیوں سے ناکارہ نے دینی تعلیم کا آغاز کیا۔

حرفِ چند

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اس مالک کا بڑا کرم اور احسان ہے کہ جس نے ناکارہ کی مرتب کردہ کتاب "درس ایساغوجی" (افادات حضرت العلامہ مولانا مفتی عبدالسمیع شہید نوراللہ مرقدہ) کو شرف قبولیت سے نوازا، دوڈھائی سال کے عرصہ میں اس کا سابقہ ایڈیشن ختم ہوگیا، اس پر بعض رفقاء واحباب کے توجہ دلانے اور ارشاد پر جدید ایڈیشن کیلئے تیاری شروع کردی، الحمدللہ! آج یہ آپ کے ہاتھوں میں زیور طباعت سے آراستہ وپیراستہ ہوکر آئی ہے، اس ایڈیشن میں چند خصوصیات ہیں:-

۱:- سابقہ ایڈیشن کی اغلاط کو دور کرکے انکی تصحیح فن منطق سے مناسبت رکھنے والے رفیق ہردلعزیز سے کروائی ہے۔

۲:- سابقہ ایڈیشن میں جو ارشاداتِ حضرت علامہ ھالیجوی مدظلہم العالی اور کسی کتاب کی عبارات درمیانِ کتاب میں آرہی تھیں، اس کو حاشیہ میں نقل کردیا ہے تاکہ حضرت علامہ شہیدؒ کی تقریر کسی اور عبارت وتقریر سے متصل نہ ہو (اِلا یہ کہ بحث التصورات والتصدیقات کی ابتداء میں تمہیدی کلام حضرت علامہ ھالیجوی دامت برکاتھم کا ہے)۔

۳:- کتاب سے زوائد کو حذف کردیا گیا ہے تاکہ قاری کا ذہن اصل کی طرف رہے۔

۴:- جدید ایڈیشن میں کمپوزنگ عمدہ کروائی گئی ہے اور عربی متن اور عبارات کو واضح کیا گیا ہے تاکہ دقت نہ ہو۔

کسی کتاب کی ترتیب دینایا تالیف وتصنیف کرنا، اتنا آسان نہیں ، جتنا کسی کتاب پر تبصرہ وتجزیہ پیش کرنا آسان ہے،لہذا !اس کتاب ''درس ایساغوجی'' کی ترتیب میں جہاں تک ناکارہ کی رسائی ہوئی، وہاں تک اغلاط کے دور کرنے اوراس کی تصحیح کرنے میں سعی تمام کی ہے. پھر بھی اگرکسی کواس میں کہیں کوئی غلطی نظر آئے تو بغرض اصلاح اس کی نشاندہی کردی جائے ، یہ ناکارہ پراحسان ہوگا۔

اپنی دعاؤں میں ،خاص کردعائے سحر گاہی اورفرض نمازوں کے بعد اس ناکارہ کو،اس کے والدین ومرشد ومربی، اساتذہ کرام اور رفقاء مجلس ومکتب کواور ان حضرات کوجنہوں نے میری اس کتاب کے سلسلے میں حوصلہ افزائی فرمائی ،یاد رکھیں۔

محمد سفیان بلند عفا اللہ عنہ

۱۰/شعبان ۱۴۲۳ھ بمطابق ۱۷/۱۰/اکتوبر ۲۰۰۲ء

یوم الخمیس

عرض مرتب

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ ذی الکبریاء ، والصلوٰة والسلام علی خاتم الأنبیاء
وعلی آلہ وأصحابہ الأتقیاء وعلی أئمتنا الأولیاء. أمابعد!

جب میں جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ سید محمد یوسف بنوری ٹاؤن میں درجہ ثانیہ میں داخل ہوا تو اسباق کو شروع ہوئے ایک دو ہفتے ہو چکے تھے اور پڑھائی اپنے عروج پر تھی، میں جب داخلہ لینے آیا تھا تو امتحان اور داخلہ فارم پر کرنے کے بعد ایک استاذ کی زیارت ہوئی جن کی نگاہ اول نے مجھ کو اپنا ''گرویدہ'' بنادیا۔

میرا اس جامعہ میں آنے کا سبب میری والدہ ماجدہ (اللہ ان کو لمبی عمر عطا فرمائے، آمین) کی خواہش تھی، میں نے اس جامعہ میں ۱۴۱۸ھ بمطابق ۱۹۹۷ء کو داخلہ لیا، جب یہاں درجہ میں آیا تو دو پہر کے پہلے گھنٹے میں جس استاذ کی تشریف آوری ہوئی، وہ وہی استاذ تھے، جن کا میں ''گرویدہ'' ہو چکا تھا، یہ استاذ شیخ المعقول والمنقول حضرت العلامہ مولانا مفتی عبدالسمیع شہید نوراللہ مرقدہ کی ذات گرامی تھی، منطق کا سبق آپ ہی پڑھاتے تھے، آپ کا انداز تدریس ایسا تھا کہ غبی سے غبی طالبعلم بھی اس کو سمجھ لیتا تھا، آپ کی بات بآسانی سمجھ میں آجاتی تھی، پہلے آپ نے ''تیسیر المنطق'' پڑھانا شروع کی، اس میں سوالات کے جوابات آپ بتاتے بھی تھے اور بسا اوقات پوچھتے بھی تھے، تیسیر المنطق کے اختتام کے بعد آپ نے ''ایساغوجی'' پڑھانا شروع کی تو اس وقت ایک رفیق درس نے اس پر توجہ دلائی کہ ''تمارین تیسیر المنطق'' کو بھی قلمبند کرلیا جائے، لہذا بندے نے حضرت الاستاذ علامہ شہیدؒ کی زندگی میں ۲۷/ محرم الحرام ۱۴۱۸ھ بمطابق ۴/ جون ۱۹۹۷ء بروز بدھ کو مکمل قلمبند کیا اور پھر آپ کی وفات کے بعد حضرت الاستاذ علامہ مفتی عبدالرؤف ھالیجوی مدظلہ العالی کے نظر ثانی کے بعد ۱۱/ جمادی

الاول ۱۴۱۹ھ بمطابق ۲۴/ اگست ۱۹۹۸ء بروز پیر کو پایہ تکمیل تک پہونچایا۔

حضرت علامہ شہید نور اللہ مرقدہ کی عادت شریفہ یہ تھی کہ جو فن یا علم کی کتاب پڑھاتے، اس سے اگلی کتاب اسی مضمون کی حل کروادیتے اور آپ فرمایا کرتے تھے کہ ''ارے! ایساغوجی اس طرح پڑھو کہ مرقات حل ہو جائے اور مرقات اس طرح پڑھ کہ شرح تہذیب حل ہو جائے اور شرح تہذیب اس طرح پڑھو کہ قطبی حل ہو جائے'' آپؒ نے اپنے اسی اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے ایساغوجی کا آغاز کیا اور اس (ایساغوجی) کی تمام تقاریر کو بندہ قلمبند کرتا رہا اور اس سے خود بھی یاد کرتا، دوسرے رفقاء بھی مستفید ہوتے، یہاں تک کہ مرقات شروع ہوگئی، آپؒ کی تدبیر سے اللہ پاک نے مرقات میں یہ آسانی کردی کہ پھر مرقات کا ترجمہ دیکھنا پڑتا، سوائے چند مباحث کے جن کو بعد میں یاد کرنا پڑا، وقت گذرنے کے ساتھ ساتھ کاپی مکمل ہوگئی، اس وقت آپؒ حیات تھے، اچانک یکم رجب ۱۴۱۸ھ بمطابق ۲/ نومبر ۱۹۹۷ء بروز اتوار کو آپ کی شہادت کا سانحہ پیش آیا تو ناکارہ کے دل میں آیا اور راقم کے ایک رفیق محترم مولوی نورالدین سلمہ اللہ نے بھی توجہ دلائی کہ اس کو دوبارہ تصحیح کے ساتھ لکھنا شروع کردوتا کہ آپؒ کا علم آگے صدقہ جاریہ بنے اور استفادہ عام ہو تو اس ناکارہ نے لکھنا شروع کردیا، چونکہ آپؒ لکھواتے تھے اور طلبہ خود ایساغوجی کی عبارت ملاتے اور یاد کرتے لہذا سوچا کہ اس کو ایساغوجی کی عبارت سے ملاکر لکھا جائے، پس اس کو لکھنا شروع کیا، آپؒ کی حیات میں ۲۴/ رجب ربیع الثانی ۱۴۱۸ھ بمطابق ۲۹/ اگست ۱۹۹۷ء کو مکمل کیا تھا اور تصحیح واضافات کے بعد ۴/ رجب ۱۴۱۹ھ بمطابق ۲۵/ اکتوبر ۱۹۹۸ء کو تکمیل ہوئی، لیکن اس وقت آپؒ حیات نہ تھے۔

اس کتاب کو تصحیح کیلئے پہلے میں اپنے استاذ محترم حضرت مولانا عنایت الرحمٰن صاحب مدظلہ (استاذ جامعہ یوسفیہ بنوریہ شرف آباد) کی خدمت میں گیا، آپ نے اس کو دیکھا لیکن مصروفیات کی وجہ سے مکمل دیکھ نہ سکے، پھر اس کتاب کو من اولہ الی آخرہ حضرت الاستاذ علامہ مفتی عبدالرؤف حالیجوی دامت برکاتہم نے دیکھا اور پسندفرمودگی کے الفاظ تحریر فرمائے، پھر بعد میں حضرت الشیخ علامہ ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر مدظلہ العالی اور مولانا سید محمد سلیمان بنوری مدظلہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو دونوں حضرات نے حوصلہ افزائی کی اور دعا بھی دی، پھر

سیدی وسندی حضرت شیخ الحدیث علامہ ڈاکٹر مفتی نظام الدین شامزئی زید مجدہ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے بھی دیکھا اور پسند فرما کر چار چاند اور لگا دیئے، میں اپنے تمام اساتذہ کا شکر گزار ہوں جنہوں نے میری سرپرستی فرمائی اور مجھے دعائیں دیں، اللہ تعالیٰ ان کا سایہ تادیر قائم رکھے اور ان سے مستفید و مستفیض ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔ آمین۔

آخر میں اپنے ان تمام معاونین اور ساتھیوں کا بھی بہت مشکور ہوں جنہوں نے میری حوصلہ افزائی کی اور مجھ کو ہمت دلائی اور ہر ممکن میری مدد کی اور ان نوجوان ساتھیوں کا بہت مشکور ہوں جن کی کوششوں سے یہ کتاب زیور طبع سے آراستہ ہوئی، فجزاهم الله أحسن الجزاء۔

نوٹ: اس میں بین القوسین عبارت کو طلبہ کی سہولت کے لئے لکھا گیا ہے اور فائدہ یا نوٹ کی جگہ ملاحظہ کا عنوان لگایا گیا ہے، اور تقریر کو عبارت سے جوڑ کر لکھا ہے اور حتی الامکان کوشش کی ہے کہ حضرت علامہ شہیدؒ کے الفاظ استعمال ہوں اور اگر کہیں ضرورت وضاحت کی بناء پر کسی کتاب یا کسی استاذ کی بات نقل کی ہے، اس کا حوالہ دے دیا ہے، تاکہ حضرت الاستاذ علامہ شہیدؒ کی بات سے علیحدہ معلوم ہو، لیکن اگر کسی کو کوئی غلطی بھی نظر آئے تو اس کو راقم کی طرف منسوب کیا جائے، کیونکہ غلطی کا ذمہ دار مرتب ہوتا ہے اور اس غلطی پر مطلع بھی کر دے تاکہ آئندہ ایڈیشن میں تصحیح کر لی جائے۔

بہر حال! انشاء اللہ یہ کتاب درس نظامی کی تمام کتب منطق خصوصاً ایساغوجی کیلئے رہنما اور طلبۂ کرام کو فن منطق کی اصطلاحات کے سمجھنے میں معین ومددگار ثابت ہوگی۔

اپنی دعاؤں میں مجھ ناکارہ، میرے والدین مدظلہم العالی اور میرے شیخ ومربی حضرت سیدی ومرشدی واصف منظور صاحب مدظلہ العالی اور حضرت الاستاذ علامہ شہیدؒ کو یاد رکھئے، اللہ سے دعا ہے کہ اس کو نافع بنائے اور تادیر قائم رکھے۔ آمین۔ وماتوفیقی إلا بالله۔

محمد سفیان بلند عفا اللہ عنہ
(بن حضرت ڈاکٹر بلند اقبال مدظلہم العالی)
یکے از تلامیذ حضرت علامہ شہیدؒ
یوم الاثنین ۲/ جمادی الثانی ۱۴۲۰ھ ۱۳/ ستمبر ۱۹۹۹ء

پسند فرمودہ

سیدی وسندی حضرت علامہ ڈاکٹر مفتی نظام الدین شامزیؒ صاحب مدظلہ العالی
شیخ الحدیث جامعۃ العلوم الاسلامیہ علامہ محمد سید یوسف بنوری ٹاؤن کراچی /۵

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

زیر نظر تقریر ہمارے رفیق محترم حضرت مولانا مفتی عبدالسمیع صاحب شہیدؒ کی درسی تقریر ہے جو ایک ذہین اور باذوق طالب العلم محمد سفیان بلند نے دوران درس ضبط کی تھی، یہ تقریر منطق کی ابتدائی کتاب ایساغوجی پر ہے۔

برصغیر میں دینی مدارس کے طلبہ میں یہ رواج ہے کہ بعض ذہین اور مستعد طلبہ مختلف کتابیں پڑھتے وقت اساتذہ کی تقریر ضبط کرتے ہیں اور بعد میں مطبوعہ یا غیر مطبوعہ صورت میں طلبہ اس سے استفادہ کرتے ہیں، لیکن عام طور پر اس قسم کی تقاریر غیر مستند ہوتی ہے کہ کبھی تو خود استاذ کی سبقت سے کوئی غلطی ہو جاتی ہے اور کبھی طالب علم سے لکھنے اور ضبط کرنے میں غلطی ہو جاتی ہے، لیکن زیر نظر تقریر کی یہ خصوصیت ہے کہ فنون کے ایک ماہر استاذ و مدرس حضرت مولانا مفتی عبدالرؤف ھالیجوی دامت برکاتھم استاذ جامعۃ العلوم الاسلامیہ (علامہ بنوری ٹاؤن) نے اس پر نظر ثانی فرمائی، لہذا اب یہ ایساغوجی کی ایک مستند شرح ہے جس سے اساتذہ کرام اور طلبہ بلا تکلف استفادہ کر سکتے ہیں۔

حضرت مولانا مفتی عبدالسمیع صاحبؒ نہایت ذکی اور ذہین عالم اور مدرس تھے، تقریباً دس سال تک بندے کی ان سے رفاقت رہی، اس پورے عرصے میں میں نے انہیں ایک نہایت مشفق استاذ اور سرگرم مجاہد اور مسلک علماء دیوبند کا ترجمان اور شیدائی پایا، اللہ تعالیٰ مرحوم شہیدؒ کو جنت الفردوس میں جگہ عطا فرمائے اور اس کتاب کو طلبہ وعلماء کے لئے نافع بنا دے، آمین۔

اللہ تعالیٰ اس تقریر کے جامع اور شائع کرنے والے کو بھی علم نافع عطا فرمائے۔ آمین۔

نظام الدین

(بروز منگل) ۱۴۲۰/۵/۱۱ھ بمطابق ۱۹۹۹/۸/۲۴ء

پسند فرمودہ

شیخ المعقول والمنقول حضرت الاستاذ علامہ مفتی عبدالرؤف ھالیجوی صاحب زید مجدہ

استاذ جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ سید محمد یوسف بنوریؒ ٹاؤن کراچی ۵

بسم اللہ الرحمن الرحیم ، خلق الانسان علمہ البیان

(پ۲۷ الرحمٰن) اعملوا فکل میسر لماخلق لہ (مشکوۃ صفحہ ۲۰)

اللہ تعالیٰ نے انسانی ذات کو دنیا میں خلیفہ بنا کر بھیجا تاکہ دنیا کو آباد کرے اور اللہ تعالیٰ کو راضی کرے، اللہ تبارک وتعالیٰ نے ہر انسان میں الگ الگ صلاحیتیں رکھیں ہیں، کوئی صنعت کا میلان رکھتا ہے، کوئی باغبانی کا دلدادہ ہے، کوئی چرواہی میں دلچسپی رکھتا ہے، خلاصہ یہ ہے کہ قدرت نے ازل میں جس کے نصیب میں جولکھا، اسی میں لگ گیا، ہمارے محترم مولانا مفتی عبدالسمیع شہید رحمۃ اللہ علیہ رحمۃ واسعۃ کے نصیب میں بھی اللہ تعالیٰ نے تعلیم وتعلم کا شوق بچپن میں ہی رکھا تھا، اللہ کا یہ ان پر کرم ہوا کہ اسباب بھی بہترین معاون ہوئے، آپ کے والد مرحوم مولانا امیر الدین بھی مولانا کی طرح مدرس تھے، ابتداء میں انہوں نے ہی اپنے اکلوتے بیٹے کی تعلیم اور تربیت اپنی زیرنگرانی شروع کی جوخود بھی ماہر استاذ تھے اور ماہر استاذ کے شاگرد بھی، یعنی حضرت مولانا مظہر الدین مرحوم جوکہ مولانا عبدالکریم کورائی مرحوم کے شاگرد تھے، جس نے بیضاوی شریف پر حاشیہ بھی لکھا تھا، موجودہ نسخہ اسی حاشیہ پر مشتمل ہے اور بعد میں خود مولانا عبدالسمیع مرحوم نے بھی حضرت مولانا مظہر الدین کے ہاں بھی کافی وقت تعلیم حاصل کی مولانا عبدالکریم کورائی کے دوسرے شاگرد مولا غلام مصطفیٰ قاسمی حیدرآبادی مدظلہ العالی ہیں، جس کا قدوری پر حاشیہ ہے، اور منطق میں تعریف الاشیاء کی عربی میں شرح لکھی، جس وقت دارالعلوم دیوبند میں زیرتعلیم تھے، جس نے اچھی خاصی مقبولیت حاصل کی تھی اور مولانا قاسمی کے شاگرد رشید حضرت مولانا عبدالکریم بیر شریف مدظلہ العالی ہیں جوکہ منطق اور فلسفہ قدیم وجدید کے ماہر ہیں، اسی نقشہ سے

مولانا عبدالکریم کورائی

مولانا مظہر الدین — مولانا غلام مصطفیٰ قاسمی

مولانا امیر الدین — مولانا عبدالسمیع — مولانا عبدالکریم بیر شریف

اس کے بعد مولانا نے کبیر والا ملتان اور مولانا محمد موسیٰ خان (روحانی) مرحوم سے لاہور میں تعلیم حاصل کی، واضح رہے کہ صرف اساتذہ کا کامل ہونا ہی کافی نہیں ہے بلکہ قدرتی ذوق بھی ضروری ہے، مولانا مرحوم بچپن میں جب بھی کسی عالم سے ملاقات کرتے تھے تو علمی بحث چھیڑ دیتے تھے، اپنے اساتذہ اور ساتھیوں سے شہادت تک یہی معمول رہا، خود میرے ساتھ بھی یہی معاملہ ہوتا تھا، جب بھی ملاقات ہوتی، جہاں بھی ہوتی، کوئی نحوی یا منطقی یا فلسفہ کا مسئلہ چھیڑ لیتے تھے، اسی جنون نے مولانا مرحوم کے علم میں چار چاند لگا دیئے، آخر میں جب جامعہ بنوری ٹاؤن سے فراغت کا وقت آیا تو مولانا مرحوم کا خیال تھا کہ علم کے لئے مزید وقت لگایا جائے اور سعودیہ جانے کا ارادہ تھا، کاغذات وغیرہ بنا رہے تھے، جب حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰن مرحوم کو اطلاع ہوئی تو انہوں نے سارے کاغذات لے کر اپنے ہاں ضبط کر لئے اور حکم دیا کہ آپ کبھی بھی جامعہ کو چھوڑ نہیں سکتے وہ حکم تھا، جس کو مولانا نے شہادت تک نبھایا، حالات کتنے بھی بدلتے رہے لیکن مولانا نے اپنے استاذ کے حکم کو پلے میں باندھ رکھ دیا اور نبھایا اور علم کے ساتھ عمل بھی تھا، بچپن میں صوفی عبدالسمیع سے مشہور تھے، کپڑے سے منہ لپیٹ کر باہر نکلتے تھے، تعلیم کے دوران ہم نے اس کے متعلق کوئی اخلاقی کمزوری نہیں دیکھی بلکہ آوارہ ساتھیوں سے بالکل میل جول نہیں رکھتے تھے اور بچپن میں علم کے ساتھ سیاست سے بھی اچھی خاصی دلچسپی تھی جو کہ حضرت مولانا مظہر مرحوم سے تعلق کی وجہ سے پیدا ہوئی تھی، مولانا مظہر الدین جو کہ جمعیت علمائے اسلام کے سرگرم کارکن تھے جو ہر ہفتہ میں ایک دن طلبہ کو تبلیغی جماعت کی شکل میں جمعیت کی تبلیغ کے لئے بھیجتے تھے، اس دوران اندرون سندھ جمعیت کا تنظیمی کام بڑے عروج پر چلتا تھا، چنانچہ مولانا کا جمعیت طلبہ اسلام کے مرکزی رہنماؤں میں شمار ہونے لگا، جمعیت طلبہ اسلام میں جو تقریری مقابلے ہوتے تھے، ان میں نمایاں انعامات حاصل کرتے تھے اور وہاں سے جہادی تنظیموں میں دلچسپی لینے لگے تھے

، ہر باطل کے مقابلہ میں سینہ سپر رہتے تھے، خلاصہ یہ کہ خاندانی تربیت، لائق اساتذہ کی سرپرستی اور فطری میلانات نے مولانا کو بام عروج تک پہنچایا مزید برآن بزرگوں کی شفقت خصوصا مولانا حماداللہ ھالیجوی مرحوم کی خانقاہ سے تعلق کا یہ عالم تھا کہ مولانا مرحوم کے والد مرحوم زندگی بھر ہر عید کی نماز کا وعظ ہالیجی شریف میں پابندی سے (سننے کا اہتمام) فرماتے تھے اور مولانا کا بھی سندھ کے سارے بزرگوں سے خصوصا حضرت ھالیجوی اور حضرت پیر شریف سے وہی خاندانی تعلق رہا۔

اب تازہ مولانا کا ایساغوجی پر تقریروں کا مجموعہ نظر سے گذرا، جس کو دیکھ کر بہت خوشی ہوئی

یلوح الخط فی القرطاس دھرا   و کاتبه فی التراب رمیم

کا شعر یاد آ گیا، یہی انسان کا سرمایہ اور صدقہ جاریہ ہوتا ہے، جو نصیب والوں کو ملتا ہے، لیکن علم کی مقبولیت عامہ میں صرف علم کافی نہیں ہوتا بلکہ عمل بھی ضروری ہوتا ہے، سینکڑوں مصنفین نے کتابیں لکھیں لیکن قبولیت عامہ کا شرف کسی کو ملا ہے، بہرحال کتاب کے انداز بیان سے دل خوش ہوا اور بہترین شرح ہے جس میں منطق کی اصطلاحات بہترین انداز میں واضح کی گئی ہیں، آسان اور عام فہم مثالوں سے بیان کیا گیا ہے، عام طور پر منطق پڑھانے کے دوران غیر ضروری تقاریر پر تو زور لگایا جاتا ہے لیکن اصل منطقی اصطلاحات سے طالبعلم عموما کماحقہ واقف نہیں ہوتے، اسی وجہ سے بڑی بڑی کتابوں میں تقاریر کے دوران بڑی مشکلاتیں آتی ہیں، استادوں کو سمجھانے میں اور طلبہ کو سمجھنے میں۔

شعر:

چمن کے تخت پر جب شاہ گل کا تجمل تھا
ہزاروں بلبلیں تھیں ایک شور تھا غل تھا
جب کہ آئے دن خزاں کے نہ تھا جز خار گلشن میں
بتاتا باغبان رو رو کر یہاں گل تھا یہاں گلشن تھا

عبدالرؤف ھالیجوی

(بروز ہفتہ) ۲۴/۷/۱۴۱۹ھ بمطابق ۱۴/۱۱/۱۹۹۸ء)

تذکرہ حضرت الاستاذ علامہ مفتی عبدالسمیع شہید نوراللہ مرقدہ

تاریخ ولادت: ۱۳۷۴ھ بمطابق ۱۹۵۴ء

تاریخ شہادت: یکم رجب ۱۴۱۸ھ بمطابق ۲ نومبر ۱۹۹۷ء بروز اتوار

''ارے ارے! ہم جامعۃ العلوم الاسلامیہ بنوری ٹاؤن کی سربلندی کے لئے جان بھی قربان کردیں گے'' اور دنیا دیکھ چکی کہ وہ اپنا وعدہ وفا کر چکے، جامعہ کی عظیم ہستی نے جامعہ کی عظمت کے لئے اپنی جان کو قربان کردیا، جامعہ کے تقدس کی خاطر اپنی میت بھی جلوادی، لیکن جامعہ پر ایک آنچ آنا گوارا نہ کیا اور کیوں کرتے؟ یہ جامعہ مسلک حق کی شان اور آن ہے، دیوبند مسلک کی علامت، مرکز اور وقار ہے، عالم اسلام کے لئے سرمایہ افتخار ہے۔

یہ ہستی کون تھی......؟ ہمارے مشفق استاذ، جانشین امام اہلسنت، ترجمان مسلک دیوبند، شہید اسلام حضرت الاستاذ علامہ مفتی عبدالسمیع شہید نوراللہ مرقدہ کی ہستی تھی۔

یہاں آپ کی زندگی کے چند نقوش اور واقعات کو مختصر انداز میں راقم سطور پیش کررہا ہے:

مختصر سوانحی خاکہ

حضرت علامہ شہیدؒ ۱۳۷۴ھ بمطابق ۱۹۵۴ء کو پنوعاقل میں حضرت مولانا امیرالدینؒ کے ہاں پیدا ہوئے، والد محترم جید عالم دین تھے، آپؒ نے ابتدائی تعلیم والد صاحب سے حاصل کی، بعدازاں کندکوٹ اور خیرپور کے مدارس میں درس نظامی کی کتابیں پڑھیں، معقولات کی تعلیم کے لئے حضرت مولانا حبیب اللہ گمانویؒ کی خدمت میں طاہر والی تشریف لے گئے، جامعہ اشرفیہ میں کچھ درجات پڑھے، پھر عصر حاضر کی عالم اسلام میں عظیم الشان دینی درسگاہ، مذہب حنفیت کے تاج، دیوبند مسلک کے ترجمان، دارالعلوم ''جامعۃ العلوم الاسلامیۃ علامہ سید محمد یوسف بنوری ٹاؤن کراچی'' میں موقوف علیہ (درجہ سابعہ) اور دورہ حدیث (درجہ ثامنہ) کی تعلیم حاصل کی، ایک سال بیماری کی وجہ سے دورہ حدیث شریف مکمل نہ کرسکے، لیکن بعد میں اچھے نمبرات سے سرخرو اور کامیاب ہوئے، پھر تخصص فی الفقہ میں افتاء کی مشق کی اور

کچھ دن دارالافتاء میں امام اہلسنت حضرت مولانا مفتی احمد الرحمٰنؒ کی نگرانی میں کام کیا، علم کی تڑپ اور شوق نے ابھارا کہ مزید وقت سعودیہ میں تحصیل علم کے لئے لگایا جائے، ابھی کاغذات بنا رہے تھے کہ حضرت امام اہلسنتؒ کو اطلاع ہوئی تو انہوں نے سارے کاغذات لے کر ضبط کر لئے اور حکم دیا کہ آپ کبھی بھی جامعہ کو چھوڑ نہیں سکتے، اس حکم کو آپؒ نے شہادت تک نبھایا اور جامعہ کے لئے تمام عمر کو وقف کر دیا۔

دور تدریس و نظامت

حضرت امام اہلسنتؒ نے آپ کی علمی استعداد و اخلاقی تربیت (جو کہ خاندانی اور لائق اساتذہ کی سرپرستی میں ہوئی تھی) کو دیکھ کر آپؒ کو جامعہ کا مدرس مقرر کر دیا، ابتداء میں آپ نے نحو و صرف کی کتابیں پڑھائیں اور بہت اچھے انداز میں پڑھا کر ترقی کرتے ہوئے تفسیر و حدیث شریف کی کتابوں تک پہنچ گئے۔

تدریس کے ساتھ ساتھ آپ کو طلبہ کی اخلاقی و دینی تربیت بھی سونپی گئی اور ناظم دارالاقامۃ بنا دیا، رب ذوالجلال نے اپنے بندے حضرت علامہ شہیدؒ کو ایسا رعب اور وقار دیا تھا کہ دیکھنے والا مرعوب ہوئے بغیر نہ رہتا، لیکن آپ جس درجہ طلبہ پر شفیق تھے اس کی مثال بہت کم ملتی ہے، کوئی طالب علم کتنا ہی غبی ہو، آپؒ چاہتے کہ کسی نہ کسی طرح کامیاب ہو جائے، اگر کوئی مدرسہ چھوڑنا بھی چاہتا تو اسے سمجھاتے اور فرماتے "ارے! یہاں سے جائے گا تو کہاں جائے گا"؟۔

دینی خدمت

آپؒ ہر طالب علم پر توجہ رکھتے تھے اور کمزور طلبہ کو اضافی وقت بھی دیتے تھے، طالب علم اسی وجہ سے آپؒ سے محبت کرتا اور ہر طالب علم آپؒ کو اپنا محبوب استاذ تصور کرتا اور طلبہ کی ایسی تربیت کرتے کہ وہ دین اسلام کا خادم بن جاتا، کبھی ایسا نہ ہوا کہ آپؒ نے کچھ فرمایا ہو اور طلبہ نے اس پر لبیک نہ کہی ہو۔

اساتذہ کو آپؒ پر بہت اعتماد تھا، حضرت امام اہلسنتؒ اور مفتی اعظم پاکستان حضرت مولانا

مفتی ولی حسن ٹونکیؒ کے نزدیک آپ بہت معتمد تھے، حضرت امام اہلسنتؒ پھر دینی تحریک میں آپؒ کو اپنے ساتھ رکھتے اور آپ سے مشاورت کرتے، کہیں بھی کوئی مسئلہ ہو، چاہے مسجد کا تنازعہ ہو یا مدرسہ کا معاملہ ہو، آپؒ اس میں پیش پیش ہوتے اور فوراً پہنچ جاتے، کئی دفعہ قاتلانہ حملہ ہوا، گرفتار بھی ہوئے لیکن چہرے پر کبھی خوف نہ آیا، جب حضرت امام اہلسنتؒ نے سواد اعظم اہلسنت پاکستان قائم کی، تو آپؒ ان کے ہمراہ تھے، جیل جانے اور گھارو ریسٹ ہاؤس میں نظر بندی کے دوران حضرت علامہ شہیدؒ نے تحریک کی رہنمائی کی، اہل بدعت آپؒ کے نام سے خائف رہتے تھے، اکثر پاکستان میں آپؒ نے مسلک دیوبند کی ترجمانی کے فرائض انجام دیئے۔

۱۹۸۴ء میں تحریک ختم نبوت میں آپ کا کردار بہت اہم کردار ہے، تحریک نظام مصطفیٰ ۱۹۷۷ء میں نمایاں کردار ادا کیا، افغانستان پر روس نے جب قدم جمانے کا ارادہ کیا اور مجاہدین نے علم جہاد بلند کیا تو مفکر اسلام حضرت مولانا مفتی محمودؒ کی دعوت پر علماء نے لبیک کہی تو آپؒ بھی شریک تھے۔

وفات سے ایک روز قبل

وفات سے ایک روز قبل ہفتہ کے دن ہماری درسگاہ (درجہ ثانیہ) میں دوپہر کو تشریف لائے، سبق پڑھایا، منطق پڑھاتے تھے، مرقات کی کتاب پڑھائی جارہی تھی، اس دن سبق پڑھایا اور فرمایا کہ یہاں تک کتاب ختم ہوگئی، آگے باب الاغالیط ہے، وہ امتحان میں نہیں آتا، پھر اتوار کی صبح پہلے گھنٹے میں درجہ رابعہ میں تشریف لائے اور فرمایا کہ ''آج دن عجیب سا لگ رہا ہے، کچھ محسوس نہیں ہورہا'' پھر طلبہ سے فرمایا کہ ''تم کو اساتذہ سے محبت نہیں، تم چاہتے ہو کہ ہم چلے جائیں''۔

اللہ پاک اپنے برگزیدہ لوگوں پر منکشف فرمادیتے ہیں کہ وفات کا وقت آچکا ہے، پھر تیسرے گھنٹے میں درجہ سابعہ میں تفسیر بیضاوی شریف پڑھانے آئے تو ایک طالب علم نورالدین نے آکر اطلاع دی کہ حضرت مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار صاحب آپ کو یاد فرمارہے ہیں، تو وہیں سے لوٹے اور پھر وہاں سے حضرت ڈاکٹر صاحب نوراللہ مرقدہ، ناظم

تعلیمات جامعہ حضرت مولانا عبدالقیوم چترالی اور حضرت مولانا بشیر احمد نقشبندی مدظلہما کے ہمراہ جامعہ کی ایک شاخ مدرسہ معارف العلوم چاندنی چوک پاپوش نگر روانہ ہوگئے اور پھر جامعہ کی زمین پر ان کی بحالت حیات زیارت نہ ہوسکی بلکہ ہمیشہ کیلئے جنت میں تشریف لے گئے اور بروز اتوار یکم رجب ۱۴۱۸ھ بمطابق ۲ نومبر ۱۹۹۷ء کو رتبہ شہادت سے بلندی درجات حاصل کئے، إنا لله و إنا إليه راجعون، جاتے جاتے بزبان حال یہ فرما گئے کہ ؎

آئے تھے مثل بلبل سیر گلشن کر چلے
سنبھالو مالی باغ اپنا ہم تو اپنے گھر چلے
بڑے ارمانوں سے سجایا تھا ہم نے گھر اپنا
یہ نہ تھی خبر کہ بنے گا ویرانے میں گھر اپنا

آپ کی وفات پر جامعہ کے رئیس حضرت علامہ ڈاکٹر عبدالرزاق اسکندر صاحب مدظلہ العالی نے فرمایا ؎

اے ظالم تونے ظلم کیا تجھ سے نادانی ہوئی
پھول تونے وہ توڑے جن سے چمن میں ویرانی ہوئی

آپ کی وفات پر ایک اور شعر یاد آتا ہے ؎

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
ایک شخص سارے جہاں کو ویران کر گیا

اکثر سفید لباس پہنتے اور سر پر بھی سفید رومال رکھتے تھے اور اسی کو لباس شہادت و کفن میں بدل کر چل دیئے ؎

اسی ماحول میں گم ہوگیا ہنستا ہوا تارا
سواد اعظم اسلام کا رخشندہ مہ پارا
وہ تارا جو رہا ملفوف احرام قیادت میں
گزاری جس نے زندگی طلب شہادت میں

جس روز آپ کی لاش کو اٹھایا گیا اور پنوعاقل آپ کے گاؤں کی طرف لے جایا جانے لگا تو طلبہ کی چیخیں نکل گئیں اور اس وقت ہمیں یتیمی کا احساس ہوا، واقعۃً ہمارے مشفق، روحانی باپ ہمیں داغ فرقت دیکر دار فانی سے دار باقی کو روانہ ہوئے۔

آپ فرماتے تھے کہ "یہ گزرتے ہوئے ہمارے دیوبند کے اکابر حضرت تھانویؒ، حضرت شیخ الحدیث کاندھلویؒ، محدث العصر حضرت بنوریؒ اور دیگر جوان کے ہمعصر تھے، ان کی مثال ایسی ہے کہ صحابہؓ کا قافلہ جارہا ہو اور یہ پچھڑ کر ہمارے پاس آ گئے ہوں، ہم تو ان کے جوتوں کی خاک کے برابر بھی نہیں"

تواضع و سادگی ، مردانگی ، زہد و فاقہ کشی
محمدؐ کے مشن کا ترجمہ تھی تیری پالیسی

خواب

روز شہادت کی شب کو راقم نے خواب میں دیکھا کہ حضرت مولانا ڈاکٹر محمد حبیب اللہ مختار شہیدؒ لیٹے ہوئے ہیں اور زخمی ہیں، میں نے پوچھا کہ "استاذ جی (حضرت علامہ شہیدؒ) کہاں ہیں؟ فرمایا کہ "گاڑی میں ہیں، ہسپتال سے آئے ہیں" (زیادہ زخمی آپؒ ہوئے تھے) میں نے کہا کہ "سب کہہ رہے ہیں کہ مفتی صاحبؒ تو شہید ہو گئے اور آپؒ کے ساتھ آپ (یعنی مولانا ڈاکٹر حبیب اللہ مختار شہید) بھی شہید ہوئے ہیں" فرمایا کہ "ہم شہید نہیں ہوئے بلکہ باحیات ہیں" اور واقعی یہ تو اللہ پاک کا فرمان ہے کہ (**ولاتقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات**) اور واقعی دنیا نے بھی دیکھ لیا کہ شہید زندہ ہوتے ہیں اور آج تک زندہ ہیں، ان کے چرچے ہوتے ہیں، حضرت علامہ شہیدؒ اپنے پیچھے دیگر شاگرد اور اپنے تربیت یافتہ علماء چھوڑ کر گئے۔

اے اللہ! ہمارے استاذ حضرت علامہ شہیدؒ اور حضرت ڈاکٹر صاحبؒ کی مغفرت فرما اور ان کو جنت کے بالا خانوں میں جگہ عطا فرما، آمین۔

صدائے دل

جہاں تک پہنچے میری یہ صدا
وہ کرے حضرتؒ کیلئے یہ دعا
کہ یارب کرتو ان کی مغفرت
کہ کی انہوں نے ترے دین سے وفا

ازقلم
غمزدہ واشکبار
ناکارہ محمد سفیان بلند عفا اللہ عنہ

صاحب تیسیر المنطق

نام وسنہ پیدائش:

حضرت مولانا حافظ محمد عبداللہ صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، مجاز طریقت حضرت مولانا خلیل احمد صاحب سہارن پوری نور اللہ مرقدہ مولود ۱۲۵۸ھ۔

تحصیل علم:

آپ ہوش سنبھالتے ہی انگریزی تعلیم میں لگ گئے، گھرانہ دیندار تھا، چنانچہ آپ بچپن ہی میں پابند صوم صلوٰۃ تھے اور نماز کے لئے محلّہ کی لال مسجد میں آتے تھے اور اسی مسجد کے ایک حجرہ میں حضرت مولانا محمد یحییٰ صاحب کاندھلویؒ (والد ماجد شیخ الحدیث کاندھلویؒ) رہا کرتے تھے، آپ نے ان میں نماز کا شوق دیکھ کر دینی تعلیم کی رغبت دلائی، آپ کی سمجھ میں آ گیا اور مولانا سے میزان شروع کردی، آپ قدرے غبی تھے، مولانا آپ کو ہر روز ایک گردان یاد کراتے تھے، ایک روز آپ نے دو گردانیں یاد کرنے کے لئے کہہ دیا مگر شام تک رٹتے رہے اور یاد نہ ہوئیں، مولانا نے فرمایا "بندہ خدا! ایک گردان میں شام کردی" کہنے لگے "نہیں حضرت! یہ تو دو ہیں" اور یہ کہہ کر آبدیدہ ہوگئے، بہرحال بہلا پھسلا کر آگے چلایا، شدہ شدہ آپ کی انگریزی چھوٹ گئی اور عربی کے ہوگئے، یہاں تک کہ صرف تین سال میں تعلیم پوری کرلی، فراغت کے بعد خانقاہ امدادیہ تھانہ بھون میں نو روپے ماہوار پر مدرس ہوئے اور اس کے ساتھ تجارت کتب کا سلسلہ بھی رکھا، حضرت حکیم الامت تھانویؒ نے اپنے مواعظ قلمبند کرنے کا کام بھی آپ کے سپرد کیا۔

درس وتدریس:

۱۲ شوال ۱۳۲۷ھ میں پندرہ روپے ماہوار پر مظاہر علوم سہارنپور میں مدرس ہوئے اور شوال ۱۳۲۸ھ میں اکابر مدرسہ کے ساتھ حج کے لئے تشریف لے گئے، سفر حج سے واپسی پر صفر ۱۳۲۹ھ سے ایک ماہ چوبیس یوم مدرسہ میں کام کیا، اس کے بعد اہل کاندھلہ کے اصرار پر براہ

راست تھانہ بھون ہوکر کاندھلہ تشریف لائے اور یہاں مدرسہ عربیہ میں جو پہلے سے قائم تھا آخرتک تعلیم دیتے رہے۔

وفات:

۱۵رجب۱۳۳۹ھ مطابق ۲۶مارچ۱۹۲۱ء شب شنبہ میں کاندھلہ ہی میں انتقال ہوااور عیدگاہ کے متصل قبرستان میں جس میں حضرت مفتی الٰہی بخش صاحبؒ وغیرہ واکابر علماء مدفون ہیں، تدفین عمل میں آئی۔

تصانیف:

تیسیر االمبتدی (جوآپ نے حضرت علامہ شبیراحمد عثمانیؒ کی تعلیم کے لئے لکھی تھی) اور تیسیر المنطق (جوحضرت حکیم الامت تھانویؒ کے ایماء سے تصنیف کی تھی) اوراکمال الشیم شرح اتمام النعم (ترجمہ تبویب الحکم) آپ کی علمی یادگار ہیں۔

(ماخوذ از حالات مصنفین درس نظامی بترمیم)

صاحب ایساغوجی

نام ونسب:

اسم گرامی مفضل، اثیرالدین لقب، عرف مولانا زادہ اور والد کا نام عمر ہے، لفظ ''اثیر'' اثـر الحدیث اذانقلہ سے فعیل بمعنی فاعل ہے، ای الناقل لیکن ظاہر تر یہ ہے کہ یہ اثرہ اذا اختارہ سے فعیل بمعنی مفعول ہے ای المختار۔

تحقیق ابہر:

آپ ابہر کے باشندے تھے جو روم میں ایک مقام کا نام ہے، اس لئے نسبت میں ابہری کہلاتے ہیں، مولوی محمد بن غلام محمد نے میر ایساغوجی کے حاشیہ میں بحوالہ قاموس نقل کیا ہے کہ ابہر بفتح باء وسکون ہاء بلاد اصفہان کے ایک شہر کا نام ہے جو ''آب ہر'' بمعنی ماء الرحی کا معرب ہے، مفتی محمد عبداللہ ٹونکی اپنی تعلیقات میں کہتے ہیں کہ یہ محشی کی بھول ہے کیونکہ ابہر احمر کے وزن پر ہے جس کی تصریح بحر الجواہر میں موجود ہے، منتخب میں ہے إن المشهور في هذا سكون الباء الموحدة وفتح الهاء۔

تعارف:

آپ بڑے عالم و فاضل اور بلند پایہ محقق و منطقی تھے، امام فخر الدین رازیؒ سے آپ کو شرف تلمذ حاصل ہے، جیسا کہ علامہ ابن العربی نے اپنی تاریخ میں لکھا ہے۔

تصانیف:

آپ نے بہت سی عمدہ اور قابل قدر کتابیں تصنیف کیں، جیسے (۱) الاشارات (۲) زبدہ (۳) کشف الحقائق جو منطق میں مختصر سی تصنیف ہے (۴) المحصول (۵) المغنی جو علم جدل میں ہے (٦) ایساغوجی منطق میں (۷) ہدایۃ الحکمۃ فلسفہ میں (۸) تنزیل الافکار فی تعدیل الاسرار، اس میں آپ نے قوانین منطقیہ وحکمیہ کی بابت اپنی آخری رائے تحریر فرمائی ہے اور بعض اصول مشہورہ کے فساد پر تنبیہ بھی فرمائی ہے، آپ کی دو کتابیں ایساغوجی اور ہدایۃ الحکمت

نہایت مقبول اور داخل درس ہیں۔

وفات:

سنہ وفات میں مختلف اقوال ہیں، صاحب کشف نے ۷۰۰ھ لکھا ہے اور فہرست کتب خانہ مصریہ میں ہے کہ ۷۰۰ء کے حدود میں وفات پائی، جرجی زیدان نے ۶۶۳ھ مانا ہے، ایک قول ۶۷۱ھ کا بھی ہے، صاحب معجم نے ۶۶۰ھ لکھا ہے اور یہی راجح معلوم ہوتا ہے۔

(ماخوذ از حالات مصنفین درس نظامی بترمیم)

صاحب مرقات

نام ونسب:

آپ کا نام فضل امام ہے اور والد کا نام شیخ محمد ارشد، پورا نسب نامہ یوں ہے: فضل امام بن شیخ محمد ارشد بن حافظ محمد صالح بن عبدالواحد بن عبدالماجد بن قاضی صدر الدین بن قاضی اسماعیل ہرگامی بن قاضی عماد الدین بدایونی بن شیخ ارزانی بن شیخ منور بن شیخ خطیر الملک بن شیخ سالار شام بن شیخ وجیہ الملک بن شیخ بہاء الدین بن شیر الملک شاہ۔

ان چودہ واسطوں کے بعد یعنی شیر الملک پر آپ کا سلسلہ نسب حضرت شاہ ولی اللہ صاحب کے شجرہ نسب سے ملتا ہے، اس کے بعد کا سلسلہ یہ ہے:

ابن شاہ عطاء الملک بن ملک بادشاہ بن حاکم بن عادل بن تائردن بن جرجیس بن احمد نامدار بن محمد شہریار بن محمد عثمان بن داماں بن ہمایوں بن قریش بن سلیمان بن عفان بن عبداللہ بن محمد بن عبداللہ بن عمر فاروقؓ، اس طرح ۳۳ واسطوں سے آپ کا نسب خلیفہ ثانی تک پہنچتا ہے۔

پیدائش اور وطن عزیز:

ہندوستان کے وہ قصبے جو مردم خیزی میں مشہور رہے ہیں، ان میں ضلع سیتاپور کا قصبہ خیرآباد بھی ہے، اب چودھویں صدی کے ربع آخر میں اس کی حالت کچھ بھی ہو مگر حلقہ درس و تدریس سے تعلق رکھنے والے جانتے ہیں کہ گزشتہ صدی کے آخر تک خیرآباد کو خیر البلاد لکھا جاتا تھا، حضرت مولانا فضل امام صاحبؒ اسی خیرآباد کے مشہور فاضل ہیں، لیکن چند وجوہ واسباب کی بناء پر آپ نے شاہجہان آباد میں اس طرح توطن اختیار کیا کہ یہاں کے رؤسا میں محسوب ہونے لگے۔

تحصیل علم:

مولانا فضل امام صاحب بڑے طباع وذہین تھے، مولانا سید عبدالواحد کرمانی غیرآبادی

کے ارشد تلامذہ میں سے تھے،علوم نقلیہ وعقلیہ انہی سے حاصل کئے۔اس کے بعد دہلی میں صدرالصدور کے عہدے پر فائز ہوئے،مولانا شاہ صلاح الدین صفوی گوپاموی (تلمیذ رشید مولانا محمد اعظم سندیلوی ومرید وخلیفہ مولانا شاہ قدرت اللہ صاحب صفی پوری) کے مرید تھے۔

درس وتدریس:

فرائض ملازمت کے ساتھ مشغلہ تدریس وتصنیف ہمیشہ جاری رکھا، مادہ افہام وتفہیم خدا نے ایسا بخشا تھا کہ ایک بار شریک درس ہونے کے بعد طالب علم دوسری طرف کا رخ بھی نہ کرتا تھا، آپ کے تلامذہ میں سب سے زیادہ نمایاں آپ کے صاحبزادے فضل حق اور مفتی صدرالدین خاں ہیں، مولوی سناء الدین احمد بن محمد شفیع بدایونی اور شاہ غوث علی بھی آپ کے شاگرد ہیں۔

وفات:

۵ ذیقعدہ ۱۲۴۰ھ کو مولانا نے سفر آخرت اختیار کیا، مرزا غالب نے حسب ذیل تاریخ وفات لکھی:

اے دریغا قدوۂ ارباب فضل
کرد سوئے جنت الماویٰ خرام
چھ ارے ارادت از پئے کشف شرف
جست سال فوت آں عالی مقام
چہرہ ہستی خراشیدم ست
تابنائے تخرجہ گردو تمام
گنتم اندر سایہء لطف بنی
باو آرا مشگہ فضل امام

احاطہ درگاہ مخدوم شیخ سعد الدین خیرآبادیؒ میں اپنے دادا استاذ مولانا محمد اعظم سندیلویؒ اور استاذ ملا عبدالواجد کرمانی خیرآبادیؒ کے قریب مدفون ہوئے، اب تینوں قبریں شکستہ ہیں۔

تصانیف:

مولانا نے بیسیوں مفید ومعرکۃ الآراء کتابیں لکھیں، جن مصنفات کا نام و پتہ معلوم ہوسکا، وہ درج کی جاتی ہیں، وہ ایک کے سوا سب غیر مطبوعہ ہیں، سب سے زیادہ مشہور تصنیف علم منطق میں ''مرقات'' ہے جو تمام مدارس عربیہ میں داخل نصاب ہے، اس کے علاوہ میر زاہد رسالہ، میر زاہد ملا جلال اور افق المبین پر حواشی لکھے، تلخیص الشفاء، نخبۃ السر اور آمد نامہ تصنیف کیا، تذکرہ علماء ہند میں ہے کہ آمد نامہ کہ درآں قواعد فارسی بیان کردہ ونیز ترجمہ علماء جوار لکھنؤ تحریر فرمودہ''۔

(ماخوذ از حالات مصنفین درس نظامی بترمیم)

مقدمۃ المنطق

منطق کی لغوی تحقیق اور وجہ تسمیہ:

لفظ منطق باب ضرب یضرب سے بمعنی گویائی اور گفتگو کرنا جیسا کہ قرآن کریم میں ہے: **وما ینطق عن الھوی** (سورۃ النجم) اس کا اکثر استعمال انسانی گفتگو کے لئے ہوتا ہے، لیکن کبھی کبھار تبعاً وضمناً انسان کے علاوہ بھی استعمال ہوتا ہے، جیسے قرآن پاک کی اس آیت میں ہے: **وعلمنا منطق الطیر** (سورۃ النمل)

منطق کے صیغہ میں تین احتمالات ہیں:

(۱) مصدر میمی ہو تو اس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ منطق ہی گویا بعینہ نطق ہے، اس صورت میں علم منطق کی وجہ تسمیہ یہ ہوگی کہ اس علم کے ذریعہ صاحب علم کو ظاہری و باطنی مدد حاصل ہوتی ہے، ظاہری مدد تو یوں حاصل ہوتی ہے کہ اس کے ذریعہ مدمقابل پر حجت بازی کر کے غالب آ جاتا ہے اور ظاہری تکلم پر قدرت حاصل ہوتی ہے، اور باطنی مدد اس طرح حاصل ہوتی ہے کہ اس کے ذریعہ اشیاء کے حقائق جنس و فصل وغیرہ حاصل ہو جاتے ہیں اور فہم معقولات اور تکلم فصیح وادراک صحیح پر قادر ہو جاتا ہے (کمافی الشرح المطالع)

(۲) اگر اس کو صیغہ اسم ظرف لیا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ وہ محل نطق ہے۔

(۳) اسم آلہ بھی صحیح ہے، جیسا کہ منطق کی تعریف آلہ قانونیہ سے پتہ چلتا ہے، لیکن اس صورت میں منطق کے میم کے نیچے کسرہ ہوگا اور اس کو علم المیزان بھی کہا جاتا ہے کیونکہ منطق ایک ایسا آلہ ہے جس کے ذریعہ عقل صحیح وقلب سلیم اور افکار صحیحہ و باطلہ کو ناپا جاتا ہے اور میزان ترازو کو کہا جاتا ہے،

منطق کی اصطلاحی تعریف:

علامہ جرجانی کتاب التعریفات میں لکھتے ہیں: **المنطق آلة قانونية تعصم مراعاتها**

الذھن عن الخطاء فی الفکر یعنی منطق ایک ایسا قانونی آلہ ہے جس کی رعایت ذہن کو فکر میں خطا کرنے سے محفوظ رکھتی ہے یا یوں کہئے کہ جو علم فکر میں خطا ہونے سے ذہن کو محفوظ رکھے، اس کا نام علم المنطق ہے، مثلاً ''**العالم متغیرہ و کل متغیر حادث، فالعالم حادث**'' میں حدود و قوانین کی رعایت کی گئی، اس لئے غلطی واقع نہ ہوئی اور **العالم مستغن عن المؤثر، و کل ماھذا شانہ فھو قدیم فالعالم قدیم**، میں قانون کی رعایت نہیں ہوئی اس لئے خطا واقع ہوئی۔

احتیاج اِلی المنطق

ڈپٹی نذیر احمد صاحب مرحوم نے مبادی الحکمت میں اس فن کی تعریف اور اس کی ضرورت پر بہت اچھا مقدمہ لکھا ہے، اس کا ایک اقتباس یہاں دے رہا ہوں، جس سے موضوع کو سمجھنے میں سہولت ہوگی:

''جاننا چاہئے کہ ہر علم کی حدود ہوتی ہیں، مثلاً صرفی کا یہ کام ہے کہ ہر لفظ کی ایک بناوٹ نے، جس کو صیغہ کہتے ہیں، تعلق رکھے، نحوی کی یہ خدمت ہے کہ بات کی صورت ترکیبی اور لفظوں کے ملاپ اور اس کے اثر پر نظر رکھے، مثلاً ''زید نے بکر کو مارا'' ایک جملہ ہے، یعنی ایک بات ہے، صرفی تو اس بات میں گفتگو کر سکتا ہے کہ ''زید، بکر'' اسم ہیں اور ''مارا'' فعل ماضی ہے، صیغہ واحد غائب معروف ہے، جس کا مصدر مارنا ہے اور وہ ان لفظوں کو اس طرح دیکھتا ہے کہ ''زید، بکر، مارا'' الگ الگ ہیں اور ایک کو دوسرے سے کچھ واسطہ اور تعلق نہیں، اس کے بعد نحوی صاحب تشریف لائے تو انہوں نے سوچا کہ زید فاعل ہے، ''نے'' علامت فاعل موجود ہے، ''مارا'' اس کا فعلِ ظاہر پڑا ہے، ''بکر'' مفعول اور ''کو'' علامت مفعولیت، تو فعل فاعل مفعول مل کر یہ بات ''جملہ فعلیہ خبریہ'' ہے تو دیکھئے صرفی، نحوی دونوں کو لفظوں سے بحث ہے، مگر دونوں کے حدود عمل کیسے جدا اور ممتاز ہیں،

ابھی تیسرے صاحب مثلاً لغوی ہیں، وہ بھی لفظ ہی کے خواہاں ہیں اور اس بات کی تفتیش کرنا ان کا کام ہے لفظ ''زید'' ہے یا ''دیز''، ''بکر'' ہے یا ''کبر''، ''مارا'' ہے یا ''نارا'' ہے،

فرض کرو کہ بجائے اس بات کہ کہ ''زید نے بکر کو مارا'' اگر کوئی شخص یہ بولے ''دیز نے کبر کو نارا'' تو گو معنی نہ سمجھیں مگر صرفی ونحوی کو اس میں کچھ مخل گفتگو نہیں، صرفی بھی کہے گا کہ ''دیز'' اور ''زید'' دونوں اسم معلوم ہوتے ہیں اور ''نارا'' ضرور فعل ماضی ہے، معنی تو میں نہیں جانتا مگر ''نارنا'' اس کا صدر معلوم ہوتا ہے، اسی طرح نحوی صاحب اپنی ترکیب درست پائیں گے کہ فاعل میں فاعل کی علامت ہے اور مفعول وفعل ظاہراً موجود ہے، اس میں کچھ کلام نہیں کہ یہ بھی جملہ فعلیہ ہے، لیکن اگر ''مارا'' کی جگہ ''ماریا'' ہو تو صرف حرف گیر ہوگا کہ ''زید تے بکر کو مارا'' کی جگہ ''زید کا بکر سے مارا '' کہو، تو نحوی کہے گا سرتاپا غلط کہتے ہو، تو مطلب یہ ہے کہ اسی طرح منطق کی بھی حدود عمل ہیں اور وہ یہ کہ نفس طریقہ استدلال اور ترتیب مقدمات میں جو غلطی ہو، اس کی اصلاح کرے اور شکل کی ہیئت کو واسطے انتاج کے آمادہ کرے، لیکن اگر مقدمات فی نفسہا غلط ہوں تو اس سے منطق کو کچھ سروکار نہیں، مثلاً ایک شخص کہے ''سب آدمی گھوڑے ہیں اور گھوڑے چار پائے ہیں'' تو منطقی کہے گا یہ استدلال شکل اول کے پیرایہ میں ہے، ''ایجاب صغری کلیت کبری تکرر حد اوسط'' سب شرطیں موجود ہیں تو نتیجہ ٹھیک ہے (کہ سب آدمی چار پائے ہیں) لیکن اگر یوں کہے کہ ''سب آدمی گھوڑے ہیں اور بعض گھوڑے چار پائے ہیں'' فوراً منطقی بول اٹھے گا کہ خبردار! آگے نتیجہ کا حوصلہ نہ کیجئے، کلیت کبریٰ کی شرط مفقود ہے اور شکل غیر منتج، پس اس بیان سے آپ نے سمجھ لیا ہوگا کہ منطق کا کیا کام ہے، اگر آپ مثلاً غلط مقدمات مان لیں تو منطق سے یہ امید نہ رکھئے کہ وہ آپ کی اس غلط کی بھی اصلاح کرے گی۔

شروع العلم سے پہلے تعریف کی کیوں ضرورت ہے؟

عموماً ایک اعتراض یہ ہوتا ہے کہ شروع فی العلم سے پہلے تعریف کیوں کی جاتی ہے؟ اس کا کیا فائدہ ہے؟ اس کا جواب یہ ہے کہ علم شروع کرنے سے پہلے جب اس علم کی تعریف معلوم ہو جائے گی تو شارع کے ذہن میں اس علم کا تصور اور اجمالی خاکہ آجائے گا، ورنہ طلب مجہول لازم آئے گا جو کہ محال ہے کیونکہ اس صورت میں نفس کا مجہول مطلق کی طرف متوجہ ہونا لازم آئے گا، حالانکہ نفس مجہول مطلق کی طرف متوجہ نہیں ہوسکتا۔

اس پر اعتراض یہ ہوگا کہ نفس کے مجہول مطلق کی طرف متوجہ ہونے کی دو صورتیں ہیں

(۱) نفس کا ایسے مجہول کی طرف متوجہ ہونا جو توجہ کے وقت مجہول ہے، محال ہے۔

(۲) نفس کا ایسے مجہول کی طرف متوجہ ہونا جو توجہ سے پہلے مجہول ہو، نہ کہ توجہ کے وقت، ایسے مجہول کی طرف نفس کا متوجہ ہونا محال نہیں ہے، لہذا آپ کا علی الاطلاق یہ کہنا کہ نفس مجہول مطلق کی طرف متوجہ نہیں ہوسکتا، باطل ہے۔

اس کا جواب یہ ہے کہ کسی بھی علم کا شروع کرنا یہ فعل اختیاری ہے، ہر فعل اختیاری سے پہلے چار چیزوں کا ترتیب وار ہونا ضروری ہے (۱) اس فعل کا جزوی تصور (۲) اس فعل کے متعلق کچھ فوائد کا علم (۳) اس فعل کو کرنے کے لئے ارادہ کرنا (۴) قوت کو استعمال کرنا...... اب یہاں شروع فی العلم کے لئے بھی مذکورہ چار اشیاء ہوں گی اور جہاں اشیاء مذکورہ ہوتی ہیں وہاں توجہ النفس کی صورت اولی مراد ہوتی ہے، لہذا یہاں بھی صورت اولی مراد ہے، یعنی نفس کا مجہول مطلق کی طرف متوجہ نہ ہونا صورت اولی میں ہے،

بعض حضرات نے یوں جواب دیا ہے کہ نفس کی توجہ مجہول من کل الوجوہ کی طرف ہونا محال ہے ، یہاں یہی لازم آتا ہے اور نفس کی توجہ مجہول من بعض الوجوہ کی طرف محال نہیں ہے، خلاصہ یہ نکلا کہ جب علم شروع کرنے سے پہلے اس کی جامع مانع تعریف معلوم ہو جائیگی تو اس کو اس علم کے تمام مسائل اجمالاً معلوم ہو جائیں گے، لیکن اس پر اعتراض یہ ہوگا کہ جامع و مانع تعریف کے علم سے جمیع المسائل کا علم کیسے ممکن ہوا؟ اس کا جواب یہ ہے کہ حصول علم جمیع المسائل سے بالفعل حصول مراد نہیں بلکہ بالقوۃ مراد ہے، یعنی جامع و مانع تعریف سے اس کے اندر اتنی علمی طاقت پیدا ہو جائیگی جس سے اس کو یہ معلوم ہو جائیگا کہ کس مسئلے کا تعلق کس فن سے ہے،

منطق کا موضوع اور اس میں اختلاف:

ہر علم کا موضوع وہ چیز ہوتی ہے جس کے عوارض ذاتیہ سے اس علم میں بحث کی جاتی ہے، جیسے علم الطب کا موضوع بدن انسانی ہے، کیونکہ علم طب میں بدن انسانی کے عوارض ذاتیہ (صحت و سقم، تندرستی و بیماری) سے بحث ہوتی ہے اور علم الدباغہ کا موضوع کھال ہے، اور علم الصیاغہ کا موضوع نقدین (سونا، چاندی) ہیں، اسی طرح علم المنطق کا موضوع بھی وہ چیز ہوگی جس کے عوارض ذاتیہ سے اس میں بحث کی جاتی ہے اور وہ کونسی چیز ہے؟ اس میں تین اقوال

ہیں:

(۱) بعض قدماء کے نزدیک منطق کا موضوع الفاظ ہیں، بایں معنی کہ وہ معانی پر دال ہیں، یہ قول ضعیف ہے کماقال الشیخ فی فصل الموضوع من منطق الشفاء لاخیر فی قول من یقول ان المنطق موضوعه النظر فی الألفاظ من حیث أنها تدل علی المعانی۔

(۲) اکثر مقدمین کے نزدیک منطق کا موضوع معقولات ثانیہ ہیں، بایں حیثیت کہ وہ تحصیل مجہول کی طرف موصل ہوتے ہیں۔

(۳) متاخرین مناطقہ کے نزدیک منطق کا موضوع تصور وتصدیق ہیں، یعنی وہ معلوم تصور ومعلوم تصدیق جو مجہول تصور اور مجہول تصدیق کی طرف موصل ہو، معلوم تصور کو معرف اور معلوم تصدیق کو حجت کہا جاتا ہے، یہ تیسرا قول مشہور اور صحیح ہے۔

منطق کی غرض وغایت:

منطق کی غرض وغایت ذہن کو خطائی الفکر سے بچانا ہے اور معلومات کو ترتیب دے کر مجہولات حاصل کرنے کا نام فکر ہے،

متقدمین کی منطق:

واضح ہو کہ حکمائے قدیم کے نزدیک علم منطق علوم آلیہ کی حیثیت رکھتا تھا اور مقصود بالذات نہ تھا بلکہ علوم حکمیہ کے حصول کے لئے ذریعہ تھا اور اس میں کچھ غیر ضروری باتیں اور فضول بحثیں بھی تھیں جن کی وجہ سے بعض حضرات نے منطق کی افادیت سے انکار کیا،

متاخرین کی منطق:

متاخرین حضرات نے اس میں کافی تغیرات کئے اور فضول بحثوں کو نکال کر ان کی جگہ اچھی بحث لے آئے جس کی وجہ سے وہ ایک مستقل علم بن گیا، سب سے پہلے امام فخر الدین رازیؒ نے اس کو مستقل علم بنایا، چنانچہ علامہ ابن خلدون مقدمہ تاریخ ابن خلدون میں یوں رقمطراز ہیں:

ثم تکلموا فیما وضعوه من ذلک کلاما مستقلا ونظروا فیه من حیث أنه فن برأیه لامن حیث أنه آلة للعلوم فطال الکلام فیه واتسع وأول من فعل ذلک الإمام فخر الدین الرازی ومن بعده الخونجی

منطق کے بارے میں اصحاب فضل کے تعریفی اقوال:

واضح ہو کہ منطق کے بارے میں بہت سارے تعریفی اقوال ہیں، ان میں سے چند پیش خدمت ہیں۔

(۱) شیخ ابونصر فارابی نے علم منطق کو رئیس العلوم کہا ہے، کیونکہ صحت وسقم، قوت وضعف میں علم منطق جملہ علوم پر حاکم ہے۔

(۲) شیخ ابوعلی ابن سینا نے اس کو خادم العلوم کہا ہے اور مزید کہا کہ علم منطق جملہ علوم کے ادراک وتحصیل میں معین ومددگار ہے، جو شخص اس کو نہیں جانتا، وہی اس کو چھوڑتا ہے اور اس کی منفعت کا انکار کرتا ہے۔

(۳) حجۃ الاسلام حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ **من لم یعرف المنطق فلاثقة له فی العلوم أصلا** یعنی جو شخص علم منطق سے اچھی طرح واقف نہ ہو، وہ علوم میں قابل وثوق نہیں ہے۔

(۴) حضرت شاہ عبدالعزیزؒ اپنے ایک رسالے میں (جس میں آپ نے شاہ بخارا کے سوالوں کے جوابات دیئے ہیں) منطق کے متعلق سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس کی حیثیت آلہ کی ہے اور آلہ کا حکم ہمیشہ اس چیز کے تابع ہوتا ہے جس کا اسے آلہ بنایا جائے۔

(۵) حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتیؒ اپنے وصیت نامے کے آخر میں رقم طراز ہیں، مگر منطق کہ کادم ہمہ علوم است خواندن آن البتہ مفید است۔

(۶) حضرت محی الدین مخدومی شیخ جلال الدین عارف رومیؒ فرماتے ہیں:

منطق وحکمت زبہر اصطلاح گر بخوانی اند کے باشد مباح

یعنی منطق اور حکمت بہت عمدہ اصطلاح ہیں، تھوڑا بہت سیکھ لینا مباح ہے،

(۷) وقال بعضهم في مدح المنطق والنحو:

إن رمت إدراک العلوم بسرعة
فعليک بالنحو القديم ومنطق
هذا لميزان العقول مرجح
والنحو إصلاح اللسان بمنطق

یعنی اے مخاطب! اگر تم تمام علوم کو جلد از جلد حاصل کرنا چاہتے ہو تو مضبوطی سے نحو اور علم منطق کو لازم پکڑلو، یہ منطق (صحت وسقم کو ناپنے کا) بہترین ترازو ہے اور علم نحو زبان وگفتگو کی اصلاح کرتا ہے۔

(۸) رسالہ النور ماہ ربیع الثانی ۱۳۶۱ھ کے اشاعت میں حضرت حکیم الامت مجدد الملت تھانویؒ کی رائے گرامی باین الفاظ درج ہے کہ "ہم تو جیسا بخاری کے مطالعہ میں اجر سمجھتے ہیں، میر زاہد، امور عامہ کے مطالعہ میں بھی ویسا ہی اجر سمجھتے ہیں مگر شرط یہ ہے کہ نیت صحیح ہو کیونکہ اس کا شغل بھی اللہ کے واسطے سے ہے"۔

(۹) واقعہ مشہور ہے کہ ایک دفعہ شیخ الادب حضرت مولانا اعزاز علیؒ (سابق رئیس دار العلوم دیوبند) قطبی کا سبق پڑھا رہے تھے، کسی نے ایصال ثواب کے لئے درخواست کی، حضرت والا نے قطبی کا سبق ختم کر کے ایصال ثواب کے لئے دعا مانگی، پوچھا گیا "حضرت! "قطبی" کا سبق اور ایصال ثواب کے لئے دعا" تو فرمایا کہ "یہ بھی علوم مقصودہ کے آلہ ہونے کی حیثیت سے اس درجے میں آ گیا، لہذا اس کے بعد بھی ایصال ثواب کے لئے دعا مانگی جا سکتی ہے"

(۱۰) حضرت العلامہ مفتی عبد السمیع شہید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ "ارے ارے! منطق تمہارے ذہن میں حدت (تیزی) پیدا کرے، اس کو سمجھو" حضرت العلامہ مولانا مفتی عبد الرؤف ھالیجوی مدظلہ العالی فرماتے ہیں کہ "قرآن وحدیث کے سمجھنے کے لئے علم المعانی، علم البیان اور علم البدیع کی اصطلاحات آنا ضروری ہیں اور یہ علوم منطق وفلسفہ سے آتے ہیں"

(تلک عشرة کاملة)

منطق کے فائدے:

منطق کے فائدے پر نظر ڈالتے ہوئے علامہ طحطاویؒ فرماتے ہیں کہ یہ اعم العلوم ہے، کیونکہ اس کے ذریعہ عالم، جاہل، شہری، دیہقانی، سب کے اندر قوت گویائی پیدا ہوتی ہے اور مناظرے ومعاملات میں مغلوب نہیں ہوتے اور ذہن فکری وروحانی خطاؤں سے محفوظ ہوجاتا ہے، بحث ومباحثہ اور غور وخوض کا مادہ وملکہ پیدا ہوتا ہے، اس سے پتہ چلا کہ منطق کا تعلق کسی خاص زبان وقوم سے نہیں ہے بلکہ ہر قوم میں، ہر زبان میں، اس کا چرچا ہے اور اس سے ہر زبان میں فائدہ ہوتا ہے، لیکن دو قسم کے لوگ اس سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے، (۱) جو آدمی زیادہ ذہین وفطین ہو، وہ اس کو بیکار اور فضول سمجھے گا اور اس کی تعلیم، اضاعتِ وقت سمجھے گا، (۲) جو زیادہ کمزور اور کند ذہن ہو، وہ بھی فائدہ نہیں اٹھا سکتا (**کما فی مقدمہ تحفہ شاہجہانی**) اس طرح خلفاء راشدین کی صداقت وحقانیت، اسی منطق کے ذریعہ آیت قرآنی سے ثابت کی جا سکتی ہے: "**ألذین إن مکنا ھم فی الأرض أقاموا الصلوٰۃ واٰتو الزکوٰۃ وأمروا بالمعروف ونھوا عن المنکر**" اس آیت میں "**الذین**" سے خلفائے راشدین مراد ہیں "**ان مکناھم فی الارض**" مقدم ہے "**اقاموا الصلوٰۃ الخ**" یہ تالی ہے، مقدم اور تالی میں لزوم کا علاقہ ہوتا ہے جیسا کہ "**إن کانت الشمس طالعۃ فالنھار موجود**" میں ہے، اب خلفائے راشدین کو حکومت ملی تو تالی (یعنی **اقامت صلوٰۃ وایتاء زکوٰۃ وامر بالمعروف و نھی عن المنکر**) بھی ان کے لئے ثابت ہوگا، راشدین کا یہی مطلب ہے۔

منطق کی شرعی حیثیت:

منطق کا سیکھنا جائز ہے یا نہیں؟ سو سمجھ لیں کہ حدیث سے پتہ چلتا ہے کہ کوئی بھی علم کسی بھی زبان وقوم سے تعلق رکھتا ہو، اس کا سیکھنا مباح بلکہ بعض اوقات ضروری اور واجب ہوتا ہے، چنانچہ شارح میزان المنطق فرماتے ہیں کہ عقلی طور پر یہ بات ثابت اور تسلیم شدہ ہے کہ آیات قرآنیہ اور آثار نبویہ سے استدلال کر کے اللہ تعالیٰ کی ذات اور اس کی صفات کی معرفت حاصل کرنا واجب ہے،، اب مذکورہ طریقے سے اللہ کی ذات اور اس کی صفات کی معرفت کا حصول منطق پر موقوف ہے، لہذا مقدم الواجب واجب کے قاعدے سے منطق کا سیکھنا اور سکھانا بھی واجب ہوگا۔

حضرت امام غزالیؒ فرماتے ہیں کہ منطق میں دلائل و براہین اور تعریفات وحدود کے شرائط واسباب اور علل سے بحث ہوتی ہے اور ان چیزوں کی معرفت واجب علی الکفایہ ہے، لہذا منطق کا سیکھنا بھی واجب علی الکفایہ ہوگا اور جن کتابوں میں منطق کی ممانعت کی تصریح ہے اس سے وہ منطق مراد ہے جس میں معتزلہ وفلاسفہ ودیگر فرق ضالہ کے بے فائدہ شبہات و فضولیات ہیں، چنانچہ طحطاوی میں ہے کہ موجودہ منطق اس ممانعت میں شامل نہیں ہے اور اگر منطق بھی اس میں شامل ہوتو علوم دینیہ کے علاوہ کسی اور علم کا سیکھنا سکھانا جائز نہ ہوگا، حالانکہ یہ باطل ہے۔

خاتم المفسرین قدس سرہ العزیز ایک سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ منطق کی مثال تلوار و بندوق کی ہے، اگر تلوار و بندوق خریدنے کا مقصد قتل ناحق، اور رہزنی وغارتگری، مجادلہ ومکابرہ اور دین اسلام کے مقرر کردہ اصول وضوابط کا رد وابطال ہوتو سیکھنا ناجائز ہے ورنہ جائز بلکہ ضروری ہے، مثلاً یہ مقصود ہو کہ اس سے دین اسلام کی تائید اور کفر والحاد کا بطلان اور ان کے قوانین واصول کی تردید ہوتو باعث ثواب ہے،(ماخوذ از مقدمہ تحفہ شاہجہانی)

وماتو فیقی الا باللہ علیہ توکلت والیہ انیبO

والآن اشرع فی المقصود متوکلا علی مفیض الخیر والجود

محمد سفیان بلند عفا اللہ عنہ ولوالدیہ ولاساتذتہ ومشائخہ

﴿المقدمة﴾

بسم الله الرحمن الرحیمO

شروع کرتا ہوں اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان اور نہایت ہی رحم والا ہے۔

قال الشیخ الإمام العلامة أفضل العلماء المتا خرین قدو ةالحکماء الراسخین أثیر الدین الأ بھری طیب الله ثرا ه وجعل الجنه مثو اه.

نحمد الله علی توفیقه ونسأ له هدایة طریقا وإلهام الحق بتحقیقه ونصلی علی محمد وآله وعترته.

أما بعد : فهذه فرسالة فی المنطق أوردنا فیها ما یجب اسنحضار ه لمن یبتدأ شیئاً من العلوم مستعیناً بالله أنه مفیض الخیر والجو د،إیسا غوجی.

ترجمہ: فرمایا بزرگ مقتداء نے جو زیادہ جاننے والے ہیں، متأ خرین علماء میں افضل (مقام والے) حکمائے راسخین کے پیشوا، اثیر الدین (کے لقب) سے ملقب، ابھری (کی نسبت) سے منسوب ہیں، اللہ تعالیٰ ان کی نمناک مٹی کو تر و تازہ کرے اور جنت (کے بالا خانوں) کو ان کا ٹھکانہ بنائے۔

اللہ تعالیٰ کی حمد بیان کرتے ہیں اس کی توفیق پر اور ہم اس سے ہدایت کے راستہ اور حق کے القاء کرنے کی، اپنی تحقیق کے ساتھ سوال کرتے ہیں اور ہم درود بھیجتے ہیں (حضرت سیدنا ونبینا خاتم النبیین رحمۃ اللعالمین) محمد ﷺ اور ان کے (مطہر) آل اور ان کے (طیب) خاندان پر،

ہر چہ بعد حمد وصلوٰۃ کے یہ رسالہ (علم) منطق میں ہے، اس میں ہم لائیں ہیں ان چیزوں کو جن کا یاد کرنا اور حاضر کرنا واجب ہے، اس شخص کے لئے جو شروع کرنے والا علوم میں سے کچھ کا اس حال میں کہ ہم اللہ تعالیٰ سے مدد چاہتے ہیں کہ بے شک وہ خیر اور جود کا فیضان کرنے والا ہے، ایسا غوجی۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

مصنفین کرام کا یہ معمول ہے کہ جب اپنی کتاب کو شروع کرتے ہیں تو تسمیہ سے کرتے ہیں اور یہی معمول مؤلفین و کاتبین کا ہے، وجہ یہ ہے کہ اللہ رب العزت نے اپنے کلام پاک قرآن مجید کو بسم اللہ سے شروع کیا ہے تو ان حضرات کا یہ معمول برکت کے لئے ہوتا ہے،

دوسری وجہ یہ ہے کہ حدیث شریف میں آیا ہے کہ:

"کل أمر ذی بال لم یبدأ ببسم اللہ الرحمن الرحیم فھو أقطع"

جس مہتم بالشان کام کی ابتداء تسمیہ کے بغیر ہو تو وہ بے برکت ہو جاتا ہے، ان دو وجوہات کی وجہ سے ہر کاتب اپنی کتاب کو تسمیہ سے شروع کرتا ہے،(۱)

---

(۱) حضرت علامہ مفتی عبدالرؤف ھالجیوی مدظلہ العالی فرماتے ہیں:
دیگر زبانوں میں پہلے فاعل پھر مفعول پھر متعلق پھر آکر میں فعل ہوتا ہے، لیکن عربی زبان میں پہلے فعل پھر فاعل، مفعول اور متعلقات ہوتے ہیں، اب اگر فعل سے پہلے فاعل یا متعلق آجائے تو اس میں کوئی نکتہ ہوتا ہے کیونکہ کلام کا تغیر نکتے سے خالی نہیں ہوتا اور اگر عربی کا اردو میں ترجمہ کرنا ہو تو پہلے فاعل کا ترجمہ پھر مفعول پھر متعلق پھر افعال کا کریں گے، اسی طرح پہلے مضاف الیہ کا پھر مضاف کا ترجمہ کریں گے۔

ترکیب تسمیہ:

باء(ب) حرف جار اپنے مجرور سے مل کر بعد میں مقدر (أشرع) فعل کے متعلق بنے گا تو یہاں أشرع بعد میں ہے اور اس کا متعلق پہلے آیا ہے تو اس میں نکتہ حصر ہے (یعنی حصر کے لئے ہے) یعنی متعلق مؤخر کے بجائے مقدم کیا اس کو تقدیم ماحقہ التاخیر کہتے ہیں اور یہ یہاں حصر کے لئے ہوا ہے،

فائدہ:

بعض لوگ کام کے شروع میں صرف غیر اللہ کا نام لیتے ہیں اور بعض لوگ اللہ پاک اور غیر اللہ دونوں کا لیتے ہیں، لہذا اس حصر کی وجہ سے تسمیہ کا ترجمہ یہ ہوا:

''میں ایسے اللہ جو بڑے مہربان (اور) نہایت ہی رحم کرنے والے ہیں کے نام سے ہی شروع کرتا ہوں'' اب گویا حصر مذکورہ سے دونوں کی تردید ہوگئی یعنی ان کی جو شرک کرتے ہیں اور ان کی جو صرف غیر اللہ کا نام لیتے ہیں کیونکہ حصر میں دو معنی ہوتے ہیں: ۱- اثبات ۲- نفی، یعنی اللہ کے نام سے شروع کرتا ہوں (اثبات ہے) اور غیر اللہ کے نام سے نہیں کرتا ہوں (نفی ہے) ۱۲۔

قال:

اس قال کا فاعل مصنف ایساغوجی ہے اور مقولہ آگے وہ کتاب ہے جو نحمد للہ الخ سے آرہی ہے اور قال سے لے کر مثواہ تک کی عبارت مصنف علیہ الرحمۃ کے کسی شاگرد کی ہے،

الشیخ:

لغت میں بزرگ کو کہتے ہیں، لیکن عمر کے اعتبار سے شیخ کا درجہ پہچاننے کے لئے ضروری ہے کہ ماں کے پیٹ سے درجہ پہچانا جائے۔

(۱) ماں کے پیٹ میں ہو تو ''جنین'' کہلاتا ہے۔
(۲) جب پیدا ہو جائے تو ''ولید'' کہلاتا ہے۔
(۳) جب دودھ پیتا ہو تو ''رضیع'' کہلاتا ہے۔
(۴) قبل البلوغ ''صبی'' کہلاتا ہے۔
(۵) قریب البلوغ ''مراهق'' کہلاتا ہے،
(۶) بعد البلوغ ''شاب'' کہلاتا ہے،
(۷) پچاس سال والے کو ''شیخ'' (ادھیڑ عمر) کہتے ہیں،
(۸) پچاس سے اسی/۸۰ سال تک ''ھرم'' اور اس کے بعد ''ھم'' کہلاتا ہے،

پھر ہر طبقات میں شیخ مختلف ہوتے ہیں یعنی:

(۱) اھل تصوف کے نزدیک **من یحیی قلبه بذکر الله** ،
(۲) اھل فنون کے نزدیک **من له مهارة کاملة فی فن من الفنون**،
(۳) علماء منطق وفلسفہ وطب میں شیخ ابو علی بن سینا مراد ہوتے ہیں (رحمہ اللہ)
(۴) علمائے ماتریدیہ کے نزدیک شیخ سے ابو منصور ماتریدی مراد ہوتے ہیں (رحمہ اللہ)
(۵) علمائے اشاعرہ کے نزدیک شیخ سے ابوالحسن اشعری مراد ہوتے ہیں (رحمہ اللہ)
(۶) علمائے اہل کشف کے نزدیک شیخ محی الدین ابن العربی مراد ہوتے ہیں (رحمہ اللہ)

(۷) جب علم صرف ونحو وبیان وبدیع ومعانی اورادب میں مطلق ذکر ہوتو اس سے مراد شیخ عبدالقاہر جرجانی مراد ہوتے ہیں (رحمہ اللہ)

(۸) علمائے تصوف کے نزدیک شیخ عبدالقادر جیلانی مراد ہوتے ہیں (رحمہ اللہ)

(۹) کبھی مطلق شیخ النحو یا شیخ المنطق ذکر ہوتا ہے۔

چونکہ یہ کتاب علم منطق میں ہے، اس لئے شیخ سے مراد شیخ ابو علی بن سیناؒ مراد ہونا چاہئے لیکن ''الشیخ'' کے آگے جو القاب ذکر کررہے ہیں، اس سے مراد صاحب ایساغوجی مفضل بن عمر مراد ہیں (۱)

الامام:

لغت میں پیشوا کو کہتے ہیں، اصطلاح میں اس کی تعریف یہ ہے **من یقتدی به** (جس کی اقتداء کی جائے)۔

العلامة:

تعریف اس کی یہ ہے **من یعلم العلوم العقلیة و النقلیة**.

اس میں دو مبالغے ہیں: (۱) تاء مبالغہ (۲) وزن مبالغہ۔

اس کا تعلق اور اطلاق باری تعالیٰ کی ذات پر ہونا چاہئے تھا لیکن اس میں تانیث لفظی ہے اور اللہ تعالیٰ کی ذات تانیث سے پاک ہے، البتہ وہاں پر ''علام'' کا اطلاق ہوسکتا ہے، اگرچہ

---

(۱) **شیخ کا تثنیہ:**

(۱) جب قرن اول میں شیخین ذکر ہو تو مراد حضرت ابوبکر صدیق اور حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہما ہوتے ہیں۔ (المتوفان ۱۳ھ / ۲۳ھ)

(۲) جب قرن ثانی میں شیخین ذکر ہو تو مراد حضرت امام اعظم امام ابوحنیفہ اور حضرت امام ابو یوسف رحمہما اللہ ہوتے ہیں۔ (المتوفان ۱۵۰ھ / ۱۸۲ھ)

(۳) کتب حدیث میں شیخین ذکر ہو تو مراد حضرت امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاریؒ و حضرت امام مسلمؒ ہوتے ہیں۔ (المتوفان ۲۵۶ھ / ۲۶۱ھ)

(۴) کتب منطق میں شیخین ذکر ہو تو مراد ابونصر فارابی اور ابوعلی بن سینا ہوتے ہیں۔ (المتوفان ۳۳۹ھ / ۴۲۸ھ)

باری تعالیٰ تذکیر سے بھی پاک ہیں لیکن ہم مجبور ہیں کہ وہاں پر درمیان میں کوئی راستہ نہیں، جیسے آتا ہے علام الغیوب،

أفضل العلماء:

علماء، عالم کی جمع ہے، علم بمعنی دانستن (جاننا) اور اصطلاح میں کہتے ہیں وہ علم جس کے ذریعے خداتعالیٰ کی معرفت حاصل ہو،

علماء کی چار قسمیں:

(۱) مشائین (۲) اشراقیین (۳) فلاسفین (۴) متکلمین۔

دیکھا جائے گا کہ علماء حقائق اشیاء کو دل کی روشنی سے ثابت کر رہے ہیں یا عقل کی لاٹھی سے، دل کی روشنی سے ثابت کرنے والے یا تو دین سماوی کی تابع ہو کر ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں تو یہ صوفیائے کرام (مشائین) ہیں، یا تو دین سماوی کے تابع ہوئے بغیر ہے تو اشراقیین ہیں اور عقل کی لاٹھی سے ثابت کرنے والے یا تو دین سماوی کے تابع نہیں ہیں تو فلاسفین ہیں یا دین سماوی کے تابع ہیں تو متکلمین ہیں۔

مشائین: ان کے بڑے ارسطو ہیں اور ارسطو کے استاذ افلاطون ہیں،

متکلمین کی دو قسمیں:

۱ : **معتزلہ:** وہ علماء جو نصوص کا مدار عقل پر رکھتے ہیں، جو نص کی خلاف ہو اور اس میں تاویل کرتے ہیں، ان کے بڑے عمر بن عبید اور نظام معتزلی ہیں، (۱)

۲: **اہل سنت:** وہ علماء جو نصوص کو اپنے ظاہر پر رکھتے ہیں، اِلا یہ کہ کسی شدید ضرورت کی بنا پر اس میں تاویل کرتے ہیں۔

---

(۱) معتزلہ کی ابتداء تابعین کے دور میں شروع ہوئی اور یہ حضرت حسن بصریؒ کے شاگرد تھے اور شریعت کی ہر بات کو عقل سے پرکھتے تھے، یہ دو ساتھی واصل بن عطاء اور عمر بن عبید تھے، انہوں نے حضرت حسن بصریؒ کو چھوڑ دیا تو آپ نے فرمایا اعتزلا عنا (یہ دونوں ہم سے الگ ہو گئے) پھر معتزلہ ان کا نام بن گیا۔۱۲

اہلسنت کی دوقسمیں:

۱: **ماتریدیہ**: جواپنے اصول وعقائد میں امام ابومنصور ماتریدی کوامام مانتے ہیں،ان کے متبع زیادہ تراحناف ہیں۔

۲:**اشاعرہ**: جو اپنے اصول وعقائد میں امام ابوالحسن اشعری کوامام مانتے ہیں،ان کے متبع زیادہ ترشوافع ہیں۔

قدوۃ:

مقتداء(جس کی اقتداءکی جائے)یعنی امام،پیشوا،

الحکماء:

حکیم کی جمع ہے،اصل میں راست گوکو کہتے ہیں،اصطلاح میں تعریف یہ ہے من أتقن العلم والعمل (یعنی جس کاعلم اورعمل پختہ ہو،)

الراسخین:

راسخ کی جمع ہے بمع مظبوط۔

أثیر الدین:

یہ مصنف کالقب ہے،یعنی مختارالدین،ان کانام مفضل بن عمر ہے وفات ۷۰۰ھ میں ہوئی۔

الأبھری:

ابہراصفہان یاروم کی قصبوں وشہروں میں سے ایک قصبہ ہے یاایک شہر ہے،اسی کی طرف نسبت ہے،

یہاں تک کی عبارت تلمیذصاحب ایساغوجی کی ہے۔

نحمد:

جس طرح ہم شروع میں بتاچکے ہیں کہ کاتبین حضرات(چاہے مصنفین ہوں یامؤلفین

ہوں) اپنی کتاب کو تسمیہ سے شروع کرتے ہیں، اسی طرح وہ تحمید سے بھی کرتے ہیں، وجہ یہی ہے کہ رب العزت نے ابتداء قرآن میں تحمید کو ذکر کیا ہے، اور خاتم المرسلین علیہ الصلوٰۃ والسلام کا ارشاد ہے:

کل أمر ذی بال لم یبدأ بحمد اللہ فهو أ قطع (۱)

جاننا چاہئے کہ اصل میں تین چیزیں ہیں (۱) حمد (۲) مدح (۳) شکر،

(۱) حمد: لغت میں کہتے ہیں تعریف کرنا، اصطلاح میں کہتے ہیں:

هو الثناء باللسان علی الجمیل الاختیاری سواء کان نعمة أو غیرها.

کسی کی خوبی اختیاری پر زبان سے تعریف کرنا، چاہے نعمت کے مقابلے میں ہو یا اس کے غیر کے مقابلے میں،

(۲) مدح: هو الثناء باللسان علی الجمیل مطلقاً.

کسی کی خوبی مطلق پر زبان سے تعریف کرنا (چاہے اختیاری ہو یا نہ) لہذا **احمدت زیدا علی حسنه** نہیں کہہ سکتے کیونکہ حسن (خوبصورتی) اس کے اختیار میں نہیں ہے، البتہ علی عملہ کہہ سکتے ہیں اور **مدحته علی حسنه** بھی کہہ سکتے ہیں۔

....

(۱) لیکن یہاں پر مصنف علیہ الرحمۃ پر اشکال ہوتا ہے کہ انہوں نے تحمید سے شروع کیا، لہذا تسمیہ سے شروع نہ ہوا اور اگر تسمیہ سے شروع کرتے تو پھر تحمید والی حدیث پر عمل نہ ہوتا تو اب کیا کیا جائے۔؟
حضرت علامہ مفتی عبدالرؤف ھالیجوی مدظلہ نے اس کا جواب یہ دیا ہے کہ تسمیہ والی حدیث ابتداء حقیقی پر محمول ہے اور تحمید والی حدیث ابتدائے اضافی یا عرفی پر محمول ہے یا دونوں حدیثیں ابتدائے عرفی پر محمول ہیں، لہذا اشکال ختم ہوگیا۔

ابتداء کی تین قسمیں ہیں:

ابتداء حقیقی: جو سب سے مقدم ہو۔ **ابتداء اضافی:** جو بعض کے اعتبار سے مقدم ہو، اب چاہے اس پر کوئی چیز مقدم ہو یا نہ ہو۔ **ابتداء عرفی:** ایسی ابتداء جو مقصود سے مقدم ہو، چاہے اس پر کچھ مقدم ہو یا نہ ہو، یا وہ ابتداء جس کو عرف میں ابتداء پر محمول کیا جائے۔۱۲

حضرت علامہ محمد انور بدخشانی مدظلہم، حضرت بنوریؒ کا مقولہ نقل فرماتے ہیں کہ ابتداء میں ذکر اللہ کا ہونا ضروری ہے اور اس کی اقسام میں تسمیہ، تحمید وغیرہ ہیں، اب چاہے تسمیہ کو مقدم کریں یا تحمید کو، لیکن ہم تسمیہ کو تحمید پر کتاب اللہ کی اقتداء کی وجہ سے مقدم کرتے ہیں، لہذا ہمیں ابتداء کی اقسام نکالنے کی ضرورت نہیں پڑے گی۔۱۲

(۳) شکر: لغت میں کہتے ہیں احسان ماننا، اصطلاح میں کہتے ہیں:

فعل ینبئ عن تعظیم المنعم بسبب إنعامه سواء کان باللسان أو بالجنان اوبالجوارح .

ایسا فعل جو منعم (انعام کرنے والے) کی تعظیم بتلائے اس کے انعام کی وجہ سے، یہ عام ہے، چاہے وہ فعل زبان کا ہو یا دل کا ہو یا جوارح (اعضاء) کا ہو،

حمد، مدح اور شکر میں نسبتیں

(۱) حمد اور مدح میں نسبت: ان کے درمیان عموم خصوص مطلق کی نسبت ہے، کیونکہ حمد میں خوبی اختیاری شرط ہے (نہ کہ غیر اختیاری) جب کہ مدح میں خوبی مطلق ہے (چاہے اختیاری ہو یا غیر اختیاری ہو) تو حمد خاص مطلق اور مدح عام مطلق ہے۔

(۲) حمد اور شکر میں نسبت: حمد مورد کے اعتبار سے خاص ہوتا ہے (کہ صرف زبان سے) اور متعلق کے اعتبار سے عام ہوتا ہے، چاہے نعمت ہو یا نہ ہو، لیکن شکر مورد کے اعتبار سے عام ہوتا ہے (کہ زبان، دل اور جوارح سے) اور متعلق کے اعتبار سے خاص ہوتا ہے، یعنی صرف نعمت کے مقابلے میں ہوتا ہے، ان کے درمیان عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہے، اس نسبت میں تین مادے ہوتے ہیں، ایک اجتماعی، دو افتراقی ہوتے ہیں۔

(۱) اجتماعی مادہ: نعمت کے مقابلے میں زبان سے خوبی بیان کرنا، یہ حمد اور شکر ہے۔

(۲) افتراقی مادہ: کسی کی نعمت کے مقابلے میں دل یا جوارح سے خوبی بیان کرنا، یہ صرف شکر ہے۔

(۳) افتراقی مادہ: کسی کی زبان سے بلا نعمت کے خوبی بیان کرنا، یہ صرف حمد ہے۔

(۳) مدح اور شکر میں نسبت عموم خصوص من وجہ کی ہے۔

ملاحظہ: اگر یہاں "نحمد" کی بجائے "الحمد للہ" ہوتا جیسا کہ صاحب مرقات نے ذکر کیا ہے تو اس میں الف لام جنسی مراد لیں تو مطلب یہ ہوگا کہ ماہیت حمد، اللہ تعالیٰ کے ساتھ خاص ہے اور اگر استغراقی مراد لیں تو یہ مطلب ہوگا کہ تمام تعریفیں اللہ کے لئے ہیں کیونکہ حمد کا کوئی فرد غیر اللہ میں نہیں پایا جاتا، اگر پایا جاتا تو اللہ کے ساتھ خاص نہیں ہوسکتا کیونکہ خاصہ تو یہ ہے کہ **مایوجد فیہ ولا یوجد فی غیرہ**.

الحمد للہ میں قضیہ حملیہ کی چاروں قسمیں بن سکتی ہیں:

(۱) اگر الف لام جنسی مراد لیں تو قضیہ طبعیہ ہوگا،
(۲) اگر الف لام استغراقی مراد لیں تو قضیہ محصورہ ہوگا،
(۳) اگر الف لام عہد خارجی مراد لیں تو قضیہ شخصیہ ہوگا،
(۴) اگر الف لام عہد ذھنی مراد لیں تو قضیہ مہملہ ہوگا،

گویا یہ اس سوال کا جواب ہے کہ کونسا قضیہ ایسا ہے جس میں چاروں قضیے حملیئے موجود ہوں۔؟(۱)

اللہ:

اس لفظ الجلالہ میں دو قول ہیں: (۱) مشتق ہے (۲) جامد ہے، بعض علمائے کرام جن میں قاضی بیضاوی وغیرہ ہیں، ان کے نزدیک مشتق ہے۔

تعلیل:

اصل میں اِلٰہ تھا، ھمزہ کو حذف کر کے اس کے عوض الف لام کو لاکر "لا" کو لام میں ادغام کر دیا تو اللہ بن گیا۔

---

(۱) حضرت العلامہ مفتی عبدالرؤف ھالیجوی صاحب مدظلہ فرماتے ہیں کہ الحمد للہ کی تعلیل اس طرح ہوئی ہے کہ اصل میں حمدت اللہ تھا پھر اس میں چار تبدیلیاں ہوئیں (۱) جملہ فعلیہ کو اسمیہ کر دیا لہذا زمانہ کی قید سے نکل گیا اور دوام واستمرار آگیا (۲) پہلے "ت" ضمیر فاعل تھا اب ختم ہوگیا اور فاعل کے ختم کرنے سے عموم آجاتا ہے یعنی ہر حامد سے (۳) الف لام استغراقی داخل کر دیا تو معنی ہوا ہر حمد (۴) پہلے لفظ اللہ براہ راست مفعول تھا اب اس پر لام اختصاص داخل کر دیا، تو الحمد للہ کا ترجمہ ہوا: ہر حامد سے ہر زمانے میں ہر تعریف اللہ کے ساتھ خاص ہے۔۱۲

''اِلٰہ'' کا لفظ عام تھا، معبود برحق و باطل کے لئے، تعلیل کے بعد یہ لفظ اللہ تعالیٰ کی ذات کے لئے خاص ہو گیا کیونکہ یہ لام اختصاص کے لئے ہے۔

علامہ سعد الدین تفتازانی ؒ کے نزدیک (زید عمر وغیرہ کی طرح) جامد ہے اور یہی قول جمہور، امام ابوحنیفہ، امام شافعی اور امام خلیل نحوی رحمہم اللہ کا ہے، یہ حضرات تعریف کرتے ہیں:

علم لذات واجب الوجود المستجمع لجميع صفات الكمال منزه عن النقص والزوال.

توفيقه:

لغت میں دست دادن و مدد کردن کسے را بکارے (کسی کا کسی کام میں ہاتھ بٹانا) کو کہتے ہیں، اصطلاح میں کہتے ہیں **جعل الاسباب موافقة للمطلوب الخير** (اس کی ضد خذلان ہے، **جعل الاسباب موافقةً للمطلوب الشر**

هداية:

لغوی معنی راستہ دکھانا، اصطلاحی معنی میں اختلاف ہے:

(۱) **عندالمعتزلة : الدلالة الموصلة إلى المطلوب** (یعنی مقصد تک پہنچانا)

(۲) **عند الأشاعرة (اهل السنة) الدلالة على مايوصل إلى المطلوب** (مقصد تک رہنمائی کرنا)۔

اب معتزلہ اپنی تعریف کو حقیقت اور اشاعرہ کی تعریف کو مجاز کہتے ہیں اور اشاعرہ اپنی تعریف کو حقیقی اور معتزلہ کی تعریف کو مجازی معنی میں لیتے ہیں۔

حقیقت: لفظ کو معنی موضوع لہٗ میں استعمال کرنا۔

مجاز: لفظ کو غیر معنی موضوع لہ میں استعمال کرنا۔

(یعنی دونوں حضرات ایک دوسرے کی تعریف لیتے ہیں، لیکن مجازی طور پر، اور حقیقی طور پر اپنی تعریف لیتے ہیں)۔

(۳) تیسرا قول زجاج اور واحدی کا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ لفظ ھدایہ ان دونوں (معتزلی

واشاعری) تعریفوں میں مشترک لفظی ہے۔

(۴) چوتھا قول محققین علماء کا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ان دونوں میں مشترک معنوی ہے،

مشترک لفظی: ہر ایک لفظ کی تعریف کے لئے الگ وضع ہو جیسے لفظ ''عین'' کئی معنوں کے لئے الگ وضع ہے۔

مشترک معنوی: لفظ کی وضع ایک عام معنی کے لئے ہو اور اس کے مختلف افراد ہوں جیسے حیوان ناطق (ایک عام معنی کے لئے وضع ہے کہ عقلمند انسان اور اس) کے افراد زید، عمرو، بکر مختلف ہیں،

(۵) علامہ تفتازانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک لفظ ھدایہ کو دیکھا جائے گا، اب اگر بغیر واسطہ کے متعدی ہے دوسرے مفعول کی طرف تو ایصال الی المطلوب (معنی المعتزلہ) ہوگا جیسے **اھدنا الصراط المستقیم**،

اور اگر متعدی بواسطہ (حرف جر) لام یا إلی کے ہے تو إراءۃ الطریق (معنی الأشاعرہ) ہوگا، مثلاً لام کے واسطہ سے متعدی ہو جیسے فرمایا ''**ان ھذا القرآن یھدی للتی ھی أقوم**، حرف إلی کے واسطہ سے متعدی ہو جیسے فرمایا **ویھدی من یشاء إلی صراط مستقیم**.

اب معتزلہ اور اشاعرہ ایک دوسرے کی تعریف کو منقوض کرتے ہیں۔

اشاعرہ کا اعتراض: فرمان باری تعالیٰ: ''**وأما ثمود فھدینھم فاستحبوا العمی علی الھدی**'' کہ جب ہدایت پہنچ چکی تو پھر گمراہی کا کیا مطلب؟ تو آپ کا یہ معنی منقوض ہے۔

معتزلہ کا اعتراض: فرمان خداوندی: ''**انک لاتھدی من أحببت**'' کہ جب آپ ﷺ کا کام ہی راہ دکھلانا تھا تو پھر منع کرنے کا کیا مقصد ہے؟ لہذا آپ کا یہ معنی منقوص ہے۔

اب ان مثالوں کی تقدیر اس طرح ہوگی کہ **فاما ثمود الخ** میں **إراءۃ الطریق** اور **إنک لاتھدی الخ** میں **إیصال إلی المطلوب** لیں گے تو مجازی معنی کے اعتبار سے درست ہو جائے گا۔

لیکن علامہ تفتازنی ؒ کی بات بھی منقوض ہے ہدیناہ النجدین کے اندر کہ یہاں لفظ ہدایہ

بغیر واسطے کے معتدی ہونے کے باوجود معنی اشاعرہ لیں گے، کیونکہ اگر معنی معتزلی ہوتا تو گمراہی کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا، جبکہ اگلی آیت سے معلوم چل رہا ہے کہ وہ گمراہی پہ چلا، ہدایت پر نہ چلا (**فلا اقتحم الخ**) اب ہم علمائے محققین کی طرح دونوں معنوں کو مشترک معنی کہیں گے،

خلاصہ اور لب اللباب:

معتزلہ اور اشاعرہ کا اپنی تعریف میں حقیقت اور دوسرے کی تعریف میں مجاز قرار دینا خلاف اصل ہے اور علامہ تفتازانی کا صلح کرانا بھی خلاف اصل ہے اور مشترک لفظی قرار دینا بھی حقیقت کے خلاف ہے، لہذا وہ بھی خلاف اصل ہے، اسی بناء پر علمائے محققین نے اس کو مشترک معنوی قرار دیا ہے اور یہی درست ہے (یعنی لفظ "ھدایۃ" ایک عام معنی "**الدلالة بلطف**" کے لئے وضع ہے اور اس کے مختلف افراد ہیں)۔

الھام:

لغت میں ڈالنا، القاء کرنا، اصطلاحی تعریف یہ ہے: **القاء الخير في قلب المؤمن بطريق الفيض** (کسی بھلائی کا مومن کے دل میں فیض کے طریق پر ڈالنا)

الحق:

واقع کے مطابق ثابت شدہ چیز (خبر) کو حق کہتے ہیں (اور صدق، خبر کے واقع کے مطابق ہونے کا نام ہے)۔

تحقیق:

کسی چیز کو دلائل سے ثابت کرنا،

نصلی:

صلوٰۃ بمعنی دعا یعنی طلب الرحمۃ اور رحمت کے معنی میں "رقۃ القلب" موجود ہے (یعنی دل کی نرمی) اگر لفظ صلوٰۃ کی نسبت اللہ تعالیٰ کی طرف ہو تو بمعنی رحمت کے ہوتا ہے پھر اشکال

ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ لوازمات اجسام سے پاک ہیں تو پھر نسبت کیسے ہوسکتی ہے؟ جواب یہ ہے کہ دل کی نرمی، انعام اور احسان کے لئے سبب ہے تو ذکر سبب کو کیا اور ارادہ مسبب کا ہے۔

اگر لفظ صلوٰۃ کی نسبت انسان کی طرف ہو تو معنی دعا (طلب الرحمۃ) کے ہوتا ہے،

اگر لفظ صلوٰۃ کی نسبت ملائکہ کی طرف ہو تو معنی استغفار (مغفرۃ) کے ہوتا ہے،

اگر لفظ صلوٰۃ کی نسبت چرند پرند کی طرف ہو تو بمعنی تسبیح و تحلیل کے ہوتا ہے،

فائدہ: حمد کے بعد صلوٰۃ کو اس وجہ سے ذکر کیا جاتا ہے کہ بندہ کی ذات براہ راست اللہ تعالیٰ سے استفادہ حاصل نہیں کرسکتی، کیونکہ باری تعالیٰ کی ذات تنزہ کے اندر ہے اور بندے کی ذات تدلس کے اندر ہے، اس وجہ سے اللہ تعالیٰ انبیاء کرام و رسل عظام علیہم الصلوٰۃ والسلام کو مبعوث فرماتے ہیں۔

حضور اکرم ﷺ گویا اللہ کے احکامات ہم تک پہنچانے کا ذریعہ ہیں تو چونکہ آپ ﷺ کا بھی اس امت پر احسان کبیر ہے، اسی لئے حمد کے بعد آپ ﷺ پر درود بھیجا جاتا ہے، صلی اللہ علی محمد و بارک وسلم۔(۱)

آلہ:

امام سیبویہ رحمہ اللہ کے نزدیک اس کا اصل ''اھل'' ہے ان کی دلیل یہ اصول ہے **التصغیر یرد الأشیاء إلی أصو لھا و کذا الجمع** (کہ تصغیر اور جمع اشیاء کو ان کے اصول کی طرف لوٹاتے ہیں) اور اس کی تصغیر ''اُھیل'' **(بضم الھمزۃ و بفتح الھاء)** ہے۔

---

(۱) لفظ ''محمد'' قرآن کریم میں ۴ جگہ مذکور ہے، (سورت/آیت: آل عمران (۳)/۱۴۴، الاحزاب (۳۳)/۴۰، محمد (۴۷)/۲، الفتح ۴۸/۲۹) اور لفظ ''احمد'' ایک جگہ مذکور ہے (سورت/آیت: الصّف (۶۱)/(۶) ازمرتب۔

لفظ ''محمد'' اسم مفعول واحد مذکر، تحمید مصدر (تفعیل) حمد مادہ، وہ شخص جس کے اندر خصائل حمیدہ اور اوصاف پسندیدہ ہوں محمد اگرچہ رسول اللہ ﷺ کا اسم گرامی ہے، لیکن آیت محمد رسول اللہ میں باوجود علمیت کے وصفیت کی طرف اشارہ ہے، گویا یہ بتانا مقصود ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ذات کے اندر بکثرت خصائل محمودہ اور صفات حسنہ کریمہ موجود ہیں (ماخوذ از لغات القرآن جلد پنجم ۵، صفحہ ۳۳۱)

لفظ ''احمد'' افعل التفضیل کا صیغہ ہے، مبالغہ فاعل بھی ہوسکتا ہے، یعنی دوسروں سے بہت زیادہ اللہ عزوجل کی حمد بیان کرنے والے اور مبالغہ مفعول بھی یعنی اپنے اوصاف حمیدہ کے باعث دوسروں سے زیادہ آپ کی مدح کی گئی (ماخوذ از لغات القرآن جلد (۱) صفحہ ۳۹)

امام مبرد رحمہ اللہ کے نزدیک اصل میں ''أء ل'' تھا، آمن کے قانون سے ''ال'' ہوگیا، امام کسائی رحمہ اللہ کے نزدیک اس کی اصل ''اول'' تھا، واو ماقبل مفتوح کے قانون سے الف سے بدلا تو ''آل'' ہوگیا۔

ال اور اہل میں دو طرح کا فرق ہے:

(۱) بعض اسماء کی طرف اہل کی اضافت ہوتی ہے، لیکن ال کی نہیں ہوتی، مثلاً اہل اللہ، اہل الزمان، اہل الخیاطہ، اہل الحق وغیرہ۔

(۲) ال کا استعمال ذوی الاشراف کے اندر ہوتا ہے، چاہے دینی شرافت ہو یا دنیوی، مثلاً ال موسیٰ علی نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام (دینی شرافت) ال فرعون (دنیاوی شرافت)۔

لفظ ال کا مصداق:

اہلسنت کے نزدیک ال کا مصداق آپ ﷺ کی ازواج اور خاندان (رضوان اللہ علیہم اجمعین) ہیں، شیعہ کے نزدیک ال کا مصداق صرف خاندان ہے۔

اہل سنت کی دلیل:

انما یرید اللہ لیذھب عنکم الرجس اھل البیت الخ (الآیۃ) اس آیت میں آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی ازواج رضی اللہ عنہن کو اھل البیت کہا گیا ہے۔

صحیح بات حضور ﷺ کے اس ارشاد سے ثابت ہے کہ ''ہر متقی پرہیزگار میرے ال میں سے ہے''(۱)

امابعد:

''اما'' کبھی شرطیہ ہوتی ہے اور کبھی تفصیلیہ ہوتی ہے ''اما'' اصل میں مھما تھا پھر ھاء کو ھمزہ

---

(۱) علامہ ھالیجوی زید مجدہ فرماتے ہیں کہ شیعہ حضرات کے نزدیک اہل البیت معصوم ہیں، حالانکہ یہ بات غلط ہے بلکہ صرف انبیاء کرام علیہم السلام معصوم ہیں اور اہل بیت اور دیگر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم محفوظ ہیں، انتہی بلفظہ۔
معصوم وہ ہوتا ہے کہ جس کے قریب گناہ کو آنے کی جرات نہ ہو، جیسے انبیاء کرام علیہم السلام، محفوظ وہ ہوتا ہے کہ جو گناہ کے قریب جانے کی جرات نہ کرے، جیسے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم۔

سے تبدیل کیا گیا اور اس کے بعد قلب مکانی کیا گیا، یعنی میم کو ھمزہ کی جگہ اور ھمزہ کو میم کی جگہ رکھ دیا اور میم کو میم میں ادغام کیا تو امابعد بن گیا۔

اور یہ بعد ظرفیہ ہے اصل عبارت یوں ہے:

مہما یکن من شیی بعد الحمد والصلوٰۃ فھذہ رسالۃ. "یکن من شئ" شرط ہے، بعدالحمد کے مضاف الیہ کو حذف کیا اور شرط کو حذف کر کے ظرف کو اس کے قائم مقام کر دیا۔

"بعد" اس کی تین حالتیں ہیں:

(۱) بعد کا مضاف الیہ مذکور ہوتا ہے، مثلاً:

رفعت زینۃ الجامعۃ بعد وفاۃ الشیخ البنوری رحمہ اللہ .

(۲) بعد کا مضاف الیہ محذوف نسیاً نسیاً ہوگا، مثلاً **رب بعد خیر من قبل**۔

(۳) بعد کا مضاف الیہ محذوف منوی ہوگا، مثلاً امابعد (یہاں یہی مراد ہے)

پہلی دو صورتیں معرب ہیں اور تیسری صورت مبنی ہے۔

فھذہ :

اس میں فاء جزائیہ ہے،

ھذا کا اسم اشارہ جمہور کے نزدیک اگر خطبہ ابتدائیہ ہو تو ذہن میں جو اصطلاحات تھیں، ان کی طرف ہوگا اور اگر خطبہ ابتدائیہ نہ ہو بلکہ الحاقیہ ہو تو پھر اس محسوس ومبصر کتاب کی طرف ہوگا۔

مرتب کہتا ہے کہ خطبہ ابتدائیہ سے مراد وہ خطبہ ہے جو کتاب کے مسائل لکھنے سے پہلے لکھا ہو، یعنی پہلے خطبہ لکھا پھر کتاب شروع کی اور خطبہ الحاقیہ سے مراد وہ خطبہ ہے جو مسائل کتاب کے بعد کتاب کے شروع میں ملحق کر دیا ہو۔

محققین کے نزدیک ہر صورت میں ھذا کا اسم اشارہ ذہن میں موجود اصطلاحات کی ہے (چاہے خطبہ ابتدائیہ ہو یا الحاقیہ ہو)

سوال: ھذہ کا اشارہ محسوس ومبصر چیز کی طرف ہونا چاہئے، ذہن میں موجودہ اصطلاحات

کی طرف کیسے ہوسکتا ہے کیونکہ وہ محسوس ومبصر نہیں ہیں؟

جواب: بعض اوقات جو ذہن میں موجود ہوتا ہے، اس میں بھی اس طرح کمال امتیاز ہوتا ہے جیسا کہ محسوس ومبصر چیز میں ہوتا ہے تو کمال امتیاز میں یہ محسوس ومبصر کے ساتھ مشابہ ہے تو اسی وجہ سے بعض مرتبہ ھذہ کا اشارہ ماحضر فی الذھن کی طرف ہوتا ہے۔

ھذہ کا اشارہ کتاب کی طرف ہو تو اس میں کچھ تفصیل ہے، اب کتاب یا تو صرف الفاظ کا نام ہے یا صرف معانی کا یا صرف نقوش کا۔

الفاظ: جس کا انسان تلفظ کرے۔

معانی: جس کا لفظ سے قصد کیا جائے۔

نقوش: الفاظ کی جو صورت کاغذ پر نقش ہوتی ہے۔

تفصیل وتشریح:

ھذا کا اشارہ الفاظ کی طرف نہیں ہوسکتا کیونکہ اشارہ موجود چیز کی طرف ہوتا ہے، لفظ پر جب تلفظ کیا جاتا ہے تو وہ ادا ہوتے ہی ختم ہوجاتا ہے اور معانی تو لفظ کے پیٹ میں ہیں اور نقوش اگرچہ موجود ہیں لیکن اس کی طرف اشارہ کا کوئی فائدہ نہیں، اس لئے کہ کتاب کا اصل مقصد استفادہ ہے اور محض نقوش سے استفادہ حاصل نہیں ہوتا تو جب الگ الگ ان کی طرف نہیں ہوتا تو ان کے مجموعے کی طرف بھی نہیں ہوسکتا۔

لہذا جمہور کے قول کے مطابق خطبہ الحاقیہ کی صورت میں کتاب کی طرف اشارہ ہوگا، اور خطبہ ابتدائیہ کی صورت میں جمہور کے نزدیک اور محققین کے نزدیک مطلقاً ماحضر فی الذھن (جو مضامین ومعانی ذہن میں ہیں ان) کی طرف ہوگا۔

رسالة:

مراسلہ سے ماخوذ ہے بمعنی خط۔

مصنف رحمتہ اللہ فرمارہے ہیں کہ یہ کوئی (لمبی) کتاب نہیں بلکہ مختصر رسالہ ہے۔

المنطق:

پہلے جاننا چاہئے کہ علم منطق کو علم میزان بھی کہتے ہیں جیسا کہ صاحب مرقات نے ذکر کیا ہے، اور میزان کے معنی ترازو کے ہیں، یعنی یہ عقل کا ترازو ہے اور اس سے افکار صحیحہ اور فاسدہ کو تولا جاتا ہے۔

إحتیاج الی المنطق:

منطق کی وجہ سے ضروری ہے تا کہ ذہن کو فکری غلطی سے بچایا جائے کیونکہ فکر ہمیشہ درست نہیں ہوتی بلکہ غلط بھی ہوسکتی ہے، اسی وجہ سے عقلمندوں کے درمیان اختلاف واقع ہو چکا ہے، پس ایک کہنے والا کہتا ہے کہ **العالم حادث** (کہ عالم پہلے نہ تھا اب وجود میں آیا ہے) اور وہ دلیل پکڑتا ہے اپنے قول کے لئے **العالم متغیر وکل متغیر حادث فالعالم حادث.**

اور ایک گمان کرنے والا گمان کرتا ہے کہ **إن العالم قدیم** (کہ عالم ہمیشہ سے ہے) اور وہ اپنے اس قول سے دلیل پکڑتا ہے کہ **العالم مستغن عن المؤثر، وکل ماھذا شانہ (أی مستغن عن المؤثر) فھو قدیم، فالعالم قدیم.**

جب عقلاء کی فکر میں غلطی واقع ہوئی تو پس جانا گیا کہ بلاشبہ انسان کی فطرت غلطی کی تمیز میں غیر کافی ہے، پس ضرورت ہے ایسے قانون کی طرف جو جاننے والی ہو، فکر میں غلطی کو، پس اس قانون کا نام منطق ہے۔

منطق کی تعریف:

مصدر میمی ہے باب ضرب سے بمعنی گفتگو کرنا۔

(قرآن کریم میں بھی اسی معنی میں استعمال ہوا ہے، فرمایا "**وعلمنا منطق الطیر**" یہ نطق ظاہری اور باطنی دونوں میں مفید ہے۔

نطق ظاہری: اس سے تکلم (بات چیت) مراد ہے، اس کا جاننے والا جاہل (نہ جاننے والے) پر قوی ہوتا ہے۔

نطق باطنی: اس سے ادراک مراد ہے اس لئے کہ منطقی اشیاء کی حقیقتوں کو پہچانتا ہے اور اس کی اجناس وانواع وفصول ولوازمات وخواص کو جانتا ہے۔

اصطلاحی تعریف: **آلة قانونية تعصم مراعاتها الذهن عن الخطاء في الفكر** (یعنی ایسا آلہ قانونی ہے جس کا لحاظ کرنے کی وجہ سے ذہن فکری غلطی سے محفوظ رہتا ہے)

آلہ کی تعریف:

هي الواسطة بين الفاعل ومنفعله في وصول أثره إليه (یعنی فاعل کے اثر کو منفعل تک پہنچانے والا جو ذریعہ ہوتا ہے، وہ آلہ ہوتا ہے)

فاعل یعنی المؤثر (اثر ڈالنے والا) منفعل یعنی المتأثر (اثر قبول کرنے والا)

لہٰذا منطق بھی قوت عاقلہ کے اثر کو اشیاء کے اندر پہنچانے کے لئے آلہ ہے، اس وجہ سے اس کو آلہ کہتے ہیں۔

فائدہ: علم منطق تمام علوم کے لئے آلہ ہے، خصوصاً علم حکمت کے لئے اور اس سے دقیق اور مغلق عبارتوں کو سمجھنے میں آسانی ہوتی ہے۔

قانون کی تعریف: **قاعدة كلية تنطبق على جميع جزئياته ليتعرف أحكامها منها** (یعنی ایسا قائدہ کلیہ ہے جو اپنے تمام جزئیات کے احکام پر مشتمل ہوتا کہ اس کے ذریعے سے تمام جزئیات کے احکام کو معلوم کیا جاسکے)۔

جزئی کے حکم کو معلوم کرنے کا طریقہ:

جزئی کو موضوع اور قاعدے کے موضوع کو محمول بناؤ، یہ صغریٰ ہوا اور قاعدہ کلیہ کو کبریٰ بناؤ، جو نتیجہ نکلے گا وہی جزئی کا حکم ہے، مثلاً ''قام زید'' میں زید کا حکم معلوم کرنا ہے اور یہ جزئی ہے، تو اب ہم زید کو قاعدے کے موضوع کے ساتھ صغریٰ اور قاعدہ کلیہ کو کبریٰ بنائیں گے، مثلاً

صغریٰ	کبریٰ
زيد في قام زيد فاعل	**وكل فاعل مرفوع**

نتیجہ (حکم)

زید فی قام زید مرفوع

ذہن کی تعریف: قوۃ معدۃ لإکتساب تصورات وتصدیقات (یعنی ایسی قوت جس کو اللہ تعالیٰ نے تصورات اور تصدیقات معلوم کرنے کے لئے تیار کیا ہے،)

منطق کی غرض وغایت:

صیانة الذهن عن الخطاء فی الفکر (یعنی ذہن کی حفاظت فکری غلطی سے کرنا)

مطلق موضوع:

جس میں اس کے عوارض ذاتیہ سے بحث کی جائے، جیسے انسان کا بدن علم طب کے لئے موضوع ہے اور کلمہ اور کلام علم نحو کا موضوع ہے،

عوارض کی دو قسمیں ہیں:

ا: عوارض ذاتیہ: جو کسی چیز کو بغیر کسی واسطے کے عارض ہو یا جزء کے واسطے سے یا امر مساوی کے واسطے سے عارض ہو، مثلاً:

(۱) بلا واسطہ عارض ہو جیسے تعجب انسان کو بلا واسطہ عارض ہے،

(۲) جزء کے واسطہ سے عارض ہو جیسے تحرک بالا رادہ انسان کو حیوان کے واسطے سے عارض ہے اور حیوان انسان کا جزء ہے۔

(۳) امر مساوی کے واسطہ سے عارض ہو جیسے انسان کو ضحک تعجب کے واسطے سے عارض ہے اور تعجب اور انسان میں مساوات ہے کیونکہ:

کل إنسان متعجب و کل متعجب إنسان

تعجب کے واسطے سے اس طرح عارض ہے کہ انسان کو پہلے تعجب ہوتا ہے اس کے بعد ضحک ہوتا ہے۔

۲،عوارض غریبہ:

جو کسی اعم یا اخص یا امر مباین کے واسطے سے عارض ہو۔

(۱)اعم کے واسطے سے عارض ہو جیسے مشی ناطق کو حیوان کے واسطے سے عارض ہے۔

(۲)اخص کے واسطے سے عارض ہو جیسے ضحک حیوان کو انسان کے واسطے سے عارض ہے۔

(۳) امر مباین کے واسطے سے عارض ہو جیسے پانی کو حرارت آگ کے واسطے سے عارض ہے۔

منطق کا موضوع:

اس کی دو تعریفیں کی گئی ہیں، ایک تو قدماء یعنی متقدمین نے کی ہے اور ایک متاخرین نے کی ہے۔

متقدمین فرماتے ہیں کہ:

معقولات ثانویہ اس حیثیت سے کہ اس سے مجہول چیز کا علم ہو۔

فائدہ: لفظ ذکر کرنے کے بعد جو چیز ذہن میں سب سے پہلے حاصل ہو وہ معقول اولی ہے اور ذہن میں آنے کے بعد دوسری مرتبہ جو چیز سب سے پہلے ذہن میں عارض ہو وہ معقول ثانوی ہے۔

متاخرین فرماتے ہیں کہ:

معلومات تصوری اور تصدیقی اس حیثیت سے کہ اس سے مجہول تصوری و تصدیقی حاصل ہو جائے (واختار صاحب المرقات قول المتاخرین)۔

فن منطق کا موجد اور اس کی ابتداء:

علم منطق کسی قوم و مذہب کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ابتداء تخلیق سے آج تک یہ مسلسل چلا آ رہا ہے، اس علم کو سب سے پہلے حضرت ادریس علیہ السلام نے بطور معجزہ استعمال کر کے مخالفین کو ساکت و عاجز کیا۔

اس کے بعد حکیم افلاطون (المولود ۴۲۷ قبل المسیح المتوفی ۳۴۷ قبل المسیح) نے منطق کو وضع کیا، لیکن یہ تدوین ناقص اور ناتمام رہی، اس لئے اس کو معلم اول نہیں کہا جا سکتا،

معلم اول:

اس کے بعد ارسطاطالیس الحکیم (ان کو ارسطو بھی کہتے ہیں) (المولود ۳۸۴ قبل المسیح المتوفی ۳۲۲ قبل المسیح) نے اسکندر رومی (جو ان کے استاذ اور وزیر تھے) کے حکم پر علم منطق کی تدوین کی، حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے ۳۳۲ سال قبل منطق کو کامل طور پر مدون کیا۔

ان کی مشہور کتابوں میں کتاب النفس اور کتاب الحیوان وغیرہ ہیں، یہ تدوین یونانی زبان میں ہوئی تھی۔

معلم ثانی:

اس کے بعد ابونصر محمد بن طرخان فارابی (المتوفی ۳۳۹ ہجری) نے تدوین کی بحکم شاہ منصور بن زح سامانی کے اور یونانی سے عربی کی طرف منتقل کیا،

فارابی کا علوم فلسفہ میں بڑا وسیع مطالعہ تھا، ایک سو گیارہ (۱۱۱) کتابوں کے مصنف تھے۔

معلم ثالث:

اس کے بعد ابوعلی حسین بن عبداللہ بن سینا البخاری جن کو شیخ رئیس کہتے ہیں، نے اس (علم) کو انہوں نے مزید وسعت دی اور اس علم کو سہل کر کے پیش کیا، یہ کام انہوں نے سلطان مسعود کے حکم سے کیا۔

انہوں نے دس سال کی عمر میں کلام پاک حفظ کیا تھا اور طب (ڈاکٹری) کو لکھا، ادب میں ان کا مطالعہ بڑا وسیع تھا، ان کی وفات ۴۲۸ ہجری میں ہوئی، ۱۱۳ کتابوں کے مصنف تھے۔

ایساغوجی:

اس کے اندر پانچ اقوال ہیں:

(۱) یہ کلیات خمسہ کا نام ہے، یعنی جنس، نوع، فصل، خاصہ، عرض عام۔

(۲) یہ بمعنی مدخل کے ہے یعنی منطق میں داخل ہونے کی جگہ۔
(۳) اس معلم (استاذ) کا نام جس نے کلیات خمسہ کو ایجاد کیا۔
(۴) اس شاگرد کا نام جس کو معلم (استاذ) ایساغوجی کہہ کر پکارتا تھا۔
(۵) عیش مصری فرماتے ہیں کہ یہ تین لفظوں سے مرکب ہے۔
(۱) إیس بمعنی أنت (۲) أغو بمعنی أنا (۳) واکی بمعنی ھناک (الف اور کاف کو ہٹا کر کاف کی جگہ جیم لائے) تو مطلب یہ ہوا کہ **تعال أنا و أنت ھناک نبحث فی المنطق.**

معروف یہ ہے کہ ایساغوجی اس گلاب کے پھول کا نام ہے جس کی پانچ پتیاں ہیں اور کلیات خمسہ بھی پانچ پتیوں کی طرح ہیں، اس وجہ سے ایساغوجی کہا۔

اصطلاحات:

یہاں مقدمہ ایساغوجی کی اصطلاحات لکھی جاتی ہیں تاکہ ان کو یاد کرنا آسان ہو۔
خطبہ، تسمیہ، قال، الشیخ، طبقات شیخ، الامام، العلامۃ، افضل العلماء، علماء کی چار اقسام، متکلمین کی دو اقسام، معتزلہ، اہلسنت، اہلسنت کی دو اقسام، ماتریدیہ، اشاعرہ، قدوۃ، الحکماء، الراسخین، اثیر الدین، الابھری، نحمد، حمد، مدح، شکر، حمد و مدح و شکر میں نسبتیں، لفظ الجلالۃ (اللہ) توفیق، ھدایۃ، الھام، الحق، تحقیق، نصلی، آل، امابعد، فھذہ، رسالۃ، المنطق، احتیاج الی المنطق، تعریف منطق (لغوی و اصطلاحی) تعریف آلہ، تعریف قانون، تعریف ذہن، تعریف مطلق موضوع، عوارض کی اقسام، عوارض ذاتیہ، عوارض غریبہ، تعریف موضوع منطق، موجدین منطق، معلم اول، معلم ثانی، معلم ثالث، ایساغوجی، کل اصطلاحات ۵۳۔

تمت بالخیر والحمد للہ

بحث التصورات

منطق کا مقصود تصورات میں معرف اور قول شارح ہیں، لیکن جس طرح بقیہ علوم والے علم میں بصارت کے لئے اپنی کتابوں کے شروع میں تعریف، غرض اور موضوع وغیرہ بیان کرتے ہیں اسی طرح منطقین حضرات بھی معرف اور قول شارح سے پہلے دلالت ومفرد مرکب وغیرہ کی بحث لاتے ہیں کیونکہ افادہ اور استفادہ الفاظ اور دلالت کے بغیر نہیں ہوتا اور کلیات خمسہ کو مبادی کے طور پر لاتے ہیں تا کہ افادہ اور استفادہ میں مدد دے اور پھر معرف اور قول شارح کو بیان کرتے ہیں۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مباحث دلالت

اللفظ الدال بالوضع على تمام ماوضع له بالمطابقة وعلى جزئه بالتضمن إن كان له جزء وعلى مايلازمه فى الذهن بالإلتزام كالإنسان فإنه يدل على الحيوان الناطق بالمطابقة وعلى أحدهما بالتضمن وقابل العلم وصنعة الكتابة بالالتزام.

ترجمہ: دلالت لفظیہ وضعیہ میں اگر لفظ کی دلالت اپنے موضوع لہ کے مجموعہ پر ہے تو وہ دلالت مطابقی ہے، اگر موضوع کے کسی حصہ پر ہے تو وہ دلالت تضمنی ہے بشرط یہ ہے کہ موضوع لہ کے حصے ہوں اور اگر اس امر پر ہے جو موضوع لہ کے ساتھ ذہن میں لازم ہے تو وہ دلالت التزامی ہے، جیسے لفظ انسان کی دلالت حیوان ناطق پر مطابقی ہے اور اس میں سے کسی ایک یعنی صرف حیوان یا صرف ناطق پر دلالت تضمنی ہے اور قابلیت علم و کتابت کے فن پر دلالت التزامی ہے۔

قوله اللفظ :

سب سے پہلے مصنفؒ دلالت کی بحث کی طرف اشارہ کرر ہے ہیں، (اور دلالت کا سمجھنا الفاظ پر موقوف ہے، اس وجہ سے اللفظ کہا)۔

لفظ: لغوی معنی پھینکنا، اصطلاح میں کہتے ہیں کہ **مايتلفظ به الإنسان حقيقة كان أوحكما مفردا كان أومركبا موضوعا كان أومهملا**

ترجمہ: جس پر انسان تلفظ کر لے، چاہے حقیقۃً ہو یا حکماً ہو، مفرد ہو یا مرکب ہو، موضوع ہو یا مہمل ہو۔

امثلہ...... حقیقۃ ...... جیسے زید اور یہی مثال مفرد کی بھی ہے ...... حکماً ...... جیسے اضرب میں اَنت کا تلفظ ہوتا ہے وکذاھذ امثال المرکب ...... موضوع ہو ...... یعنی عرف عام میں اس لفظ کا کوئی معنی ہو جیسے لفظ زید نام کے لئے وضع کیا گیا ہے اور ...... مہمل ...... یعنی وضع نہ کیا گیا

ہو، ویسے ہی کہہ دیا ہو جیسے دیز (زید کا الٹ) یہ بے معنی لفظ ہے،

قولہ الدال: لغوی معنی راہ نمودن راستہ دکھلانا، اصطلاح میں کہتے ہیں۔

كون الشي بحالة يلزم من العلم به ، العلم بشئى اخر.

ترجمہ: کسی چیز کا اس حالت میں ہونا کہ اس چیز کے علم سے دوسری چیز کا علم حاصل ہو، اس حالت میں ہونے سے مراد دو چیزوں کے درمیان ایسا تعلق کہ ایک کے علم سے دوسرے کا علم حاصل ہو، پہلی چیز دال اور دوسری چیز مدلول ہوتی ہے۔

جیسے دھواں اور آگ میں دھواں دال اور آگ مدلول ہے۔

دال اور مدلول کی تعریف:

دال: **مايلزم من العلم به العلم بشئى اخر.**

ترجمہ: ایسی چیز جس کے علم سے دوسری چیز کا علم حاصل ہو، جیسے دھواں،

مدلول: **مايلزم علمه من العلم بشئى اخر.**

ترجمہ: جس کا علم دوسری چیز کے علم سے حاصل ہو، جیسے آگ۔

دلالت کی دو قسمیں:

لفظی اور غیر لفظی۔

(۱) لفظی: دال لفظ ہو جیسے زید کہ یہ لفظ پڑھا جاتا ہے اور تلفظ میں بھی آتا ہے،

(۲) غیر لفظی: دال لفظی نہ ہو جیسے دھواں کہ اس کو دیکھا تو آگ سمجھ آ گئی،

دلالت لفظی کی تین قسمیں:

(۱) دلالت لفظی وضعی: دال لفظ ہو اور دلالت وضع کی وجہ سے ہو جیسے زید کی دلالت ذات زید پر۔

(۲) دلالت لفظی طبعی: دال لفظ نہ ہو اور دال کا صدور طبیعت کے اقتضاء سے ہو جیسے ''اح اح'' کی دلالت درد سینہ پر۔

(۳) دلالت لفظی عقلی: دال لفظ ہو اور دلالت عقل کے اقتضاء سے ہو جیسے لفظ دیز کی

دلالت جو دیوار کے پیچھے سے سنا جائے، بولنے والے کے وجود پر یعنی جب وراءِ دیوار سے سنا جائے گا تو عقل تسلیم کرلے گی کہ اس کا بولنے والا موجود ہے اور اگر سامنے سے بولا جائے تو یہ تسلیم کرنا دیکھنے سے ہوگا نہ کہ عقل سے اس وجہ سے دیوار کے پیچھے ہونے کی قید لگائی، اور زید اس وجہ سے نہ کہا کہ پھر وضعی ہو جائے گی۔

دلالت غیر لفظی کی تین قسمیں:

(۱) دلالت غیر لفظی وضعی: دال لفظ نہ ہو اور دلالت وضع کی وجہ سے ہو، جیسے دوال اربعہ کی دلالت اپنے مدلولات پر۔

دوال اربعہ یہ ہیں: خطوط، عقود، نصب، اشارات۔

۱...... خطوط: جیسے یہ (=) خط مساوی پر دلالت کرتا ہے، اسی طرح حساب میں جمع تفریق کے خط یعنی (+، /، x) اسی طرح اعداد (۱، ۲، ۳، الخ)

۲...... عقود: یہ عقد کی جمع ہے بمعنی گرہ لگانا، یعنی انگلیوں سے اعداد بتانا کہ یہ چیز اتنے کی ہے، انگلیوں کے نام (انگوٹھا، ابہام اور شہادت کی انگلی، سبابہ اور درمیانی انگلی، وسطی اور بعد والی، بنصر اور چھوٹی خنصر کہلاتی ہے)۔

مثلاً سبابہ کو ابہام کی جڑ میں لگایا جائے تو نوے (۹۰) مراد ہوتے ہیں۔

۳...... نصب: جیسے مسجد کا مینارہ مسجد کے وجود پر دلالت کرتا ہے۔

۴...... اشارات: ہاتھ کی انگلیوں کو اپنی طرف موڑ کر ملانا، ہاں یا نہیں کرنے پر گردن ہلانا،

(۲) دلالت غیر لفظی طبعی: دال لفظ نہ ہو اور دال کا صدور محض طبیعت کی وجہ سے ہو، مثلاً نبض کا تیز چلنا دلالت کرتا ہے، بخار پر اور گھوڑے کا ہنہنانا دلالت کرتا ہے گھاس اور پانی کی طلب پر۔

(۳) دلالت غیر لفظی عقلی: دال لفظ نہ ہو اور دلالت محض عقل کی وجہ سے ہو، مثلاً دھوپ کی دلالت آفتاب پر،

ملاحظہ: یہ کل دلالتیں چھ ہوئیں ان تمام دلالتوں میں یہاں مقصود "دلالت لفظی وضعی" ہے کیونکہ یہ دلالت مراد بتلانے کے لئے اسہل اور اشمل ہے، اسہل اس وجہ سے کہ اس کے ذریعے

سے بات کوآسانی سے سمجھا جاسکتا ہے اوراشمل اس وجہ سے کہ ہر بات کوسمجھایا جاسکتا ہے۔
اس وجہ سے اس کی تین قسمیں ہیں اوراس سے ہی بحث ہوتی ہے۔

دلالت لفظی وضعی کی اقسام اور وجہ تسمیہ

''قولہ بالوضع علی الخ ''...... یہاں سے فرمارہے ہیں کہ دلالت لفظی وضعی کی تین اقسام ہیں: مطابقی، تضمنی اورالتزامی۔

۱- مطابقی: لفظ کی دلالت اپنے تمام معنی موضوع لہ پر ہو جیسے انسان کی دلالت حیوان ناطق پر،

۲- تضمنی: لفظ کی دلالت اپنے معنی موضوع لہ کے جز پر ہو جیسے الفاظ کی دلالت حیوان یا ناطق پر،

۳- التزامی: لفظ کی دلالت خارج لازم معنی موضوع لہ پر ہو جیسے انسان کی دلالت قابلیت علم یا صنعت کتابت، لکھنے کے ہنر پر، یہ دلالت نہ تمام معنی موضوع لہ پر ہے نہ جز معنی موضوع لہ پر بلکہ خارج لازم معنی موضوع لہ پر دلالت ہے،

ان کی وجہ تسمیہ

۱...... مطابقی: مطابقت بمعنی موافقت اور یہ طابق النعل بالنعل سے ماخوذ ہے، اس میں لفظ اپنے تمام معنی موضوع لہ کے ساتھ موافق ہے، وہ موافق جس سے مقدار بھی پوری ہوسکتی ہے اور معنی موضوع لہ بھی پورا مراد ہوسکتا ہے (یاء نسبتی ہے)۔

۲...... تضمنی: تضمن بمعنی کسی چیز کا بغل میں ہونا اور یہاں بھی چونکہ جز معنی تمام معنی موضوع لہ کے ضمن یعنی بغل میں ہے، (یاء نسبتی ہے)

۳...... التزامی: التزام بمعنی لازم ہونا، یہاں بھی خارجی معنی اپنے موضوع لہ کو لازم ہے (یاء نسبتی ہے)۔

لازم کی اقسام (باعتبار تقسیم اول)

۱-**لازم ماہیت**: جو کسی ماہیت کو لازم ہو اور دونوں وجودوں (خارجی وذہنی) سے قطع نظر ہو جیسے زوجیت، اربعت (یعنی چار ہونے) کو لازم ہے، چار کی ماہیت کسی بھی چیز میں ہو اس کی زوجیت (یعنی جفت ہونا) لازم ہے، جیسے چار کتابیں۔

۲-**لازم وجود خارجی**: جس میں ملزوم خارج کے اندر بغیر لازم کے نہ پایا جائے جیسے حبشی کو سواد (یعنی کالا ہونا) لازم ہے، خارج میں ملک حبشہ کے ہر فرد کو سواد لازم ہے،

۳-**لازم وجود ذہنی**: جس میں ملزوم کا تصور بغیر لازم کے ذہن میں نہ ہو سکے یعنی جب تصور ملزوم ذہن میں پایا جائے تو تصور لازم بھی ضرور ہوگا، جیسے اعمٰی کا تصور بغیر بصر کے نہ ہوگا، اعمٰی کہتے ہیں: **عدم البصر عما من شانه ان یکون بصیراً** (یعنی دیکھتا نہ ہو مگر صلاحیت رکھتا ہو دیکھنے کی) یعنی ذہن میں عدم البصر کا تصور بغیر بصر کے نہیں ہو سکتا تو جو دیکھنے کی صلاحیت ہی نہیں رکھتا (مثلاً دیوار) تو وہ نابینا کیسے ہو سکتا ہے۔

فائدہ: دلالت التزامی میں معتبر لازم وجود ذہنی ہے نہ کہ باقی دو۔

اگر لازم ماہیت مراد لیتے ہیں تو اعمٰی کی ماہیت کو بصر لازم ہو جائے گا اور پھر ہر اندھا دیکھنے والا ہو جائے گا، اور اگر لازم وجود خارجی مراد لیتے ہیں تو اعمٰی کو خارج میں بصر لازم ہو جائے گا تو پھر ہر اعمٰی دیکھنے والا ہوگا، تو معلوم چلا کہ لازم وجود ذہنی ہے کیونکہ اعمٰی کو ذہن میں بصر لازم ہوگا یعنی اعمٰی دیکھنے کی صلاحیت رکھتا ہوگا مگر دیکھتا نہیں ہے۔

ایک اشکال اور اس کا جواب

اشکال: شبہ یہ ہوتا ہے کہ اعمٰی کی بصر پر دلالت تضمنی ہے (کیونکہ معنی موضوع لہ کے جز پر دلالت کرتا ہے) پورا موضوع لہ تو اس کا عدم البصر ہے اور بصر اس کا جز ہے تو صرف بصر پر دلالت اعمٰی کی گویا معنی موضوع لہ کے جز ہے اور یہی دلالت تضمنی ہے۔؟

جواب: اعمٰی کا معنی عدم البصر نہیں کیونکہ اعمٰی کا معنی صرف ''عدم'' بھی نہیں ہو سکتا، اس

لئے کہ عدم بمعنی معدوم اور اعمٰی موجود ہوتا ہے معدوم نہیں، اور اعمی کا معنی "بصر" بھی نہیں ہوسکتا کیونکہ بصر بمعنی بصیر اور عمی بصیر نہیں ہوتا، تو جب ان کا معنی الگ الگ نہیں صادق آتا تو ان کا مجموعہ بھی نہیں آسکتا تو معلوم ہوا کہ اعمی کا پورا موضوع لہ عدم البصر نہیں بلکہ اعمی تو وہ عدم ہے جو بصر کی طرف منسوب (مضاف) ہو، لیکن بصر اس میں داخل نہیں ہوتا کیونکہ مضاف الیہ، مضاف میں داخل نہیں ہوتا جیسے جاء نی غلام زید میں زید کا غلام آیا، نہ کہ زید تو گویا زید (جو مضاف الیہ ہے وہ) غلام (جو مضاف ہے اس) میں داخل نہیں ہوا،

ان کا مجموعہ اس وجہ سے جمع نہیں ہوسکتا کہ اجتماع متنافیین لازم آئے گا، یعنی عدم بمعنی معدوم اور بصر بمعنی بصیر اور وہ اعمٰی موجود ہوتا ہے اور معدوم و موجود ایک دوسرے کے منافی ہیں اور اجتماع متنافیین محال ہے۔

لازم کی اقسام (باعتبار تقسیم ثانی)

۱- **لازم بین بالمعنی الاخص:** ملزوم کے تصور سے لازم کا تصور خود بخود یقینی طور پر آجائے جیسے اعمی کے تصور سے بصر کا تصور خود بخود یقینی طور پر آجاتا ہے اور اعمی کا تصور یہ ہے عدم البصر عمّا من شانہ ان یکون بصیرا۔

۲- **لازم غیر بین بالمعنی الاخص:** ملزوم کے تصور سے لازم کا تصور خود بخود یقینی طور پر نہ آئے جیسے اربعۃ کے تصور سے زوجیت کا تصور لازمی نہیں، یعنی بعض مرتبہ صرف اربعت کا تصور ہوتا ہے اور ذہن زوجیت کی طرف جاتا ہی نہیں،

۳- **لازم غیر بین بالمعنی الاعم:** لازم اور ملزوم دونوں کا تصور کیا جائے اور دونوں کے تصور کے بعد لزوم کا یقین ہوجائے اور دلیل کی ضرورت نہ ہو جیسے اربعت اور زوجیت کے تصور سے ہمیں اربعۃ کے زوجیت ہونے کا یقین لازمی طور پر ہوجاتا ہے۔

۴- **لازم غیر بین بالمعنی الاعم:** لازم اور ملزوم دونوں کا تصور کیا جائے اور دونوں کے تصور کے بعد لزوم کا یقین نہ ہو بلکہ دلیل کی ضرورت پڑے جیسے العالم حادث ہے یعنی پہلے نہیں تھا،

اب آ گیا وجود میں، اب ان میں لزوم کا یقین نہیں ہوا تو دلیل کی ضرورت پڑی، وہ یہ ہے: **لانہ (العالم) متغیر و کل متغیر حادث فالعالم حادث.**

ملاحظہ: پہلی دونوں (اخص کی) اور دوسری دونوں (اعم کی) قسمیں آپس میں ایک دوسرے کی ضد اور الٹ ہیں،

دلالت التزامی میں معتبر کونسی ہے ؟

جمہور کے نزدیک لازم بین بالمعنی الاخص ہے جب کہ امام رازیؒ کے نزدیک لازم بین بالمعنی الاعم ہے، صاحب ایساغوجی کی مثال " **وصنعة الكتابة بالالتزام**" امام رازیؒ کے مسلک پر ہے، جب کہ علماء جمہور فرماتے ہیں کہ دلالت التزامی کے لئے یہ مثال درست نہیں، اس وجہ سے کہ انسان ملزوم ہے اور قابلیت علم لازم ہے لیکن انسان کے تصور سے قابلیت علم کا تصور یقینی طور پر نہیں آتا۔

امام رازیؒ فرماتے ہیں کہ یہ صحیح ہے (یعنی انسان کی قابلیت علم پر دلالت جائز ہے) اس لئے کہ اس میں لزوم کا یقین ہو جاتا ہے کہ انسان کے تصور سے اور قابلیت علم کے تصور سے لزوم کا یقین ہو جاتا ہے، اس وجہ سے صحیح ہے، فتأمل وتدبر(۱)

ان دلالتوں کے درمیان نسبتیں

مطابقی اور تضمنی کے درمیان نسبت:

ان کے درمیان نسبت عموم خصوص مطلق کی ہے کہ جہاں تضمنی ہوگی، وہاں پر مطابقی ضرور ہوگی اور جہاں پر مطابقی ہوگی، وہاں پر تضمنی ضروری نہیں، کیونکہ جہاں جزء معنی موضوع لہ پر دلالت ہوگی وہاں کل معنی موضوع پر ضرور ہوگی کیونکہ جز بغیر کل کے نہیں پایا جاتا،

(۱) لازم غیر بین بالمعنی الاعم کی ایک مثال الصانع موجود بھی ہے جس کی دلیل حضرت علامہ ھالیجوی مدظلہ نے یہ فرمائی کہ: (صغری) **الصانع مؤثر فی المصنوع الموجود** (کبری) **و کل موثر فی المصنوع الموجود موجود،** (نتیجہ) **فالصانع موجود.**

اور مطابقی بغیر تضمنی کے اس وجہ سے پایا جا سکتا ہے کہ ہوسکتا لفظ کی دلالت پورے معنی موضوع لہ پر ہو اور اس کا جز نہ ہو۔

مطابقی اور التزامی میں نسبت:

اس میں حکمائے منطق کا اختلاف ہے، علمائے جمہور فرماتے ہیں کہ ان کے درمیان نسبت عموم خصوص مطلق کی ہے، امام رازی فرماتے ہیں کہ ان کے درمیان نسبت تساوی (برابری) کی ہے۔

جمہور کا قول واضح ہے جیسا کہ مطابقی اور تضمنی کے درمیان نسبت میں گذر چکا ہے، امام رازی کا فرمان یہ ہے کہ جہاں مطابق ہوگی، وہاں التزامی ضرور ہوگی اور جہاں التزامی ہوگی، وہاں مطابقی ضرور ہوگی (جہاں التزمی ہو وہاں مطابقی اس وجہ سے ہوگی کہ جب لفظ کی دلالت پورے معنی موضوع لہ پر ہوگی تو اس کو کچھ نہ کچھ ضرور لازم ہوگا اور اگر کچھ بھی لازم نہ ہوا تو صرف یہ تو لازم ہوگا کہ **أنه ليس غيره**(۱)

جمہور کا جواب: بسا اوقات ہم ایک چیز کا تصور کرتے ہیں تو وہاں دوسری چیز کا تصور تک نہیں ہوتا تو اسے **أنه ليس غيره** کیسے لازم ہوسکتا ہے؟(**والمختار عند الأستاذ قول الجمهور**)

---

(۱) یہ اختلاف پیدا کیوں ہوا؟ اس کو حضرت علامہ ھاشجوی مدظلہ نے یوں ذکر فرمایا ہے کہ امام رازیؒ کے ہاں چونکہ التزامی مین لازم بین بالمعنی الاعم شرط ہے یعنی ملزوم و لازم کے تصور سے جزم باللزوم ہو اور یہ "لیس غیرہ" میں ہے اور جمہور کے ہاں التزامی میں لازم بین بالمعنی الاخص شرط ہے جس میں ملزوم کے تصور سے لازم کا تصور ہو، اس میں یہ "لیس غیرہ" نہیں۔

مباحث مفرد مرکب

ثم اللفظ إما مفرد وهو الذی لا یراد بالجزء منه دلالة علی جزء معناه کالإ نسان وإما مؤلف وهو الذی لا یکون کذلک کقولک رامی الحجارة.

ترجمہ: پھر لفظ یا تو مفرد ہوگا...... مفرد وہ ہے جس کے جزء سے اس کے معنی کے جزء پر دلالت کا ارادہ نہ کیا جائے، جیسے انسان...... اور یا مرکب ہوگا...... مرکب وہ لفظ جو اس طرح نہ ہو جیسے پتھر پھینکنے والا۔

قوله اللفظ اما مفرد الخ : یہاں سے مفرد کی تعریف کررہے ہیں، پس مفرد وہ لفظ ہے جس کے جزء سے اس کے معنی کی جز پر دلالت کا قصد نہ کیا جائے،

اس کی پانچ صورتیں ہیں:

۱-لفظ کا جز ہی نہ ہو جیسے ہمزہ استفہام۔

۲-لفظ کا جز ہو مگر معنی کا جز نہ ہو جیسے لفظ اللہ یہ بسیط ہے، اجزاء کا محتاج نہیں کیونکہ اجزاء کا محتاج مرکب ہوتا ہے۔

۳-لفظ کا بھی جز ہو اور معنی کا بھی جز ہو لیکن لفظ کا جز معنی کے جز پر دلالت نہ کرے جیسے انسان کی دلالت حیوان ناطق پر تو یہ مفرد ہے، اس لئے انسان کے اجزاء (الف، نون، سین وغیرہ) سے حیوان ناطق کے اجزاء پر دلالت نہیں ہے۔

۴-لفظ اور معنی دونوں کا جز ہو، لفظ کا جز معنی کے جز پر بھی دلالت کرسکتا ہے لیکن یہ معنی مقصودی کے جز پر دلالت نہ کرے جیسے عبداللہ یا عبدالسمیع کہ اس سے مقصود علم (نام) ہے اور علم کے جزء پر اس کی دلالت نہیں ہے۔

۵-لفظ اور معنی دونوں کا جز ہو، لفظ کا جز معنی کے جز پر دلالت بھی کرے اور معنی مقصودی پر بھی دلالت کرے لیکن دلالت کا ہم نے قصد نہ کیا ہو جیسے حیوان ناطق کسی کا نام رکھ دیا جائے۔

مفرد کی تین قسمیں

۱-اداۃ: مفرد اپنے معنی پر دلالت میں مستقل نہ ہو، چاہے زمانی ہو جیسے "کان" یا غیر زمانی ہو جیسے "من، ھو"

۲-کلمہ: مفرد اپنے معنی پر دلالت میں مستقل ہو اور اپنی ہیئت کی وجہ سے زمانے پر دلالت کرے جیسے ضرب یضرب،

۳،اسم: مفرد اپنے معنی مستقل پر دلالت کرے اور اپنی ہیئت کی وجہ سے زمانے پر دلالت نہ کرے جیسے زید، عمرو۔

ملاحظہ: ہئیت وہ شکل ہے جو حرکات وسکنات کی وجہ سے ہو۔

"قولہ مؤلف الخ "(مرکب کی تعریف کررہے ہیں) جس کے جز سے اس کے معنی کے جز پر دلالت کا قصد کیا جائے جیسے رامی الحجارۃ۔

مباحث کلی وجزئی

فالمفرد إما کلي وهو الذی لا یمنع نفس تصور مفهومه عن وقوع الشرکه فیه کالإنسان وإما جزئي وهو الذی یمنع نفس تصور مفهومه عن وقوع الشرکة فیه کزید والکلي إما ذاتي وهو الذی یدخل تحت حقیقة جزئیاته کالحیوان بالنسبة إلی الإنسان والفرس واما عرضي وهو الذی بخلافه کالضاحک بالنسبة الی الانسان.

ترجمہ: پھر مفرد یا تو کلی ہوگا، اور کلی وہ مفہوم ہے جس کا صرف تصور اس مفہوم میں دوسرے کو شریک ہونے سے منع نہ کرے جیسے انسان کا مفہوم اور یا جزئی ہوگا، جزئی وہ مفہوم ہے جس کا صرف تصور اس مفہوم میں دوسرے کو شریک ہونے سے منع کرے، جیسے، زید اور کلی یا تو ذاتی ہوگی، یہ وہ کلی ہے جو اپنی جزئیات کی حقیقت کا جزء ہو جیسے حیوان اپنی جزئیات انسان اور گھوڑے کی نسبت سے اور یا کلی عرضی ہوگی، یہ وہ کلی ہے جو اپنی جزئیات کی حقیقت کا جزء نہ ہو، جیسے ضاحک کلی اپنی جزئی انسان کی نسبت سے۔

ملاحظہ:

یہاں سے مفرد کی تقسیم ثانی کو بیان کر رہے ہیں، مصنفؒ نے تقسیم اول کی طرف التفات نہیں کیا جو پہلے گذر چکی ہے، بلکہ تقسیم ثانی کا بیان لے کر آئے۔

مفرد کی اِقسام (باعتبار تقسیم ثانی)

قولہ إما کلي الخ: ایسا مفرد جس کے مفہوم کا محض تصور وقوع شرکت سے مانع نہ ہو جیسے انسان کہ اس میں شرکت ہو سکتی ہے کیونکہ انسان، زید وعمرو وبکر وغیرہ سب پر صادق آتا ہے، اور مصنفؒ آگے جزئی کی تعریف کر رہے ہیں فرماتے ہیں **إما جزئي الخ** یعنی ایسا مفرد جس کے مفہوم کا محض تصور وقوع شرکت سے مانع ہو جیسے زید کہ اس کا تصور شرکت سے مانع ہے اور اسی شکل کے علاوہ کوئی دوسرا زید نہیں ہو سکتا۔

مصنفؒ کی لگائی ہوئی قید کا فائدہ

قولہ نفس تصور مفھومہ : کلی کی تعریف میں اس کا فائدہ یہ ہے کہ کلی اپنے افراد کو جامع ہو جائے اور کلی کا کوئی فرد کلی سے خارج نہ ہو کیونکہ بعض کلیات ایسی ہیں کہ اگر یہ قید نہ لگاتے تو ان پر کلی کی تعریف صادق نہیں آتی تو ان کلیات کو شامل کرنے کے لئے قید لگائی کہ مفہوم کا محض تصور وقوع شرکت سے مانع نہ ہو اور افراد سے قطع نظر تو وہ کلی ہے جیسے کلیات فرضیہ ہیں،

کلی کی صورتیں باعتبار وجود وعدم

۱۔کلی کے فرد کا خارج میں پایا جانا ممتنع ہو جیسے شریک الباری (باری تعالیٰ کا شریک) کہ اس کلی کے فرد کا خارج میں پایا جانا محال ہے،

۲۔کلی کے افراد کا پایا جانا ممکن تو ہو لیکن کوئی فرد نہ پایا جاتا ہو جیسے **العنقاء** یہ ایک پرندہ ہے۔اس کی تعریف یہ ہے: **طائر طویل العنق له جناحان جناح فی الشرق وجناح فی الغرب** ، یہ ایک نبی کی قوم میں تھا اور لمبی گردن والا تھا،اس کا کھانا جنگل کے جانوروں کا کھانا ہوتا تھا ،ایک دفعہ اس جانور نے بستی والوں کے ایک بچے کو کھالیا پھر ایک بچی بعد میں لے گیا اور کھا گیا پھر اس طرح انسانوں کو لے جاتا اور کھا جاتا تو قوم والے گھبرا گئے اور وقت کے نبی علیہ السلام کے پاس آئے اور ان سے کہا کہ یہ جانور ہمارے بچوں وغیرہ کو کھا جاتا ہے،آپ دعا فرمادیجئے تو انہوں نے دعا کی اور پھر اللہ پاک نے اس کی نسل کو ختم کر دیا۔

۳۔کلی جس کا دنیا میں ایک فرد پایا جاتا ہو اور دوسرے فرد کا پایا جانا ممکن ہو جیسے **الشمس** اس کی تعریف کرتے ہیں **جو ھر نورانی یضیء العالم کلھا**۔یعنی جو پورے عالم کو روشن کردے۔

۴۔کلی جس کا دنیا میں ایک فرد پایا جاتا ہو اور دوسرے فرد کا پایا جانا ناممکن ہو جیسے واجب الوجود۔

۵۔کلی کے افراد خارج میں متعدد ہوں اور متناہی ہوں (یعنی جس کی انتہاء ہو) جیسے سبع

سیارات، قمر، شمس، مریخ، زحل، مشتری، عطارد، زہرہ،

٦-کلی کے افراد خارج میں غیر متعدد اور غیر متناہی ہوں (یعنی جس کی انتہا نہ ہو سکے) جیسے معلومات اللہ الباری۔

کلی، جزئی کی وجہ تسمیہ

کلی: کلی کے اندر یاءِ نسبت کی ہے یعنی کل والی یعنی خود جز ہے اور اس کا کوئی کل ہے جس کی طرف منسوب ہے جیسے حیوان کلی ہے کیونکہ اس کا کل انسان ہے اور یہ اس کا جز ہے یعنی حیوان ناطق کا جز ہے، فلهذا سمی کلیا،

جزئی: اس کے اندر بھی یاءِ نسبت کی ہے یعنی جز والی یعنی خود کل ہے اور اس کا کوئی جز ہے جس کی طرف یہ منسوب ہے، جیسے زید جزئی ہے کیونکہ اس کا جز انسان ہے اور انسان حیوان ناطق کو کہتے ہیں تو یہ زید کا جز ہے کیونکہ زید کا معنی حیوان ناطق مع هذا التشخص ہے، فلهذا سمی جزئیا.

مفرد کی اقسام

اس کی دو قسمیں ہیں:

ا.....متحد المعنی (جس کا معنی ایک ہو) ٢.....متعدد المعنی (جس کے معنی متعدد ہوں)

متحد المعنی کی تین قسمیں

ا- جزئی: لفظ کا معنی ایک ہو اور متعین شخص ہو، اس کو علَم (بفتح اللام) بھی کہتے ہیں۔

٢-**کلی متواطی:** لفظ کا معنی ایک ہو اور کلی اپنے افراد پر برابر سرابر صادق ہو جیسے انسان کہ اپنے افراد (زید، عمر، بکر) پر برابر سرابر صادق ہے۔

٣-**کلی مشکک:** لفظ کا معنی ایک ہو اور کلی اپنے افراد پر تفاوت کے ساتھ صادق ہو جیسے

سواد (کالا پن) اپنے افراد پر تفاوت کی ساتھ صادق ہے۔

تفاوت کی چار قسمیں

۱-اولیت وثانویت کا تفاوت: کلی کا صدق بعض افراد پر علت ہو دوسرے بعض افراد کے لئے جیسے وجود کا صدق باری تعالیٰ کی ذات پر علت ہے مخلوق کے وجود کے لئے۔

۲-اولویت وغیر اولویت کا تفاوت: بعض افراد پر کلی کا صدق اولی ہو بنسبت دوسرے بعض کے جیسے وجود کا صدق باری تعالیٰ کی ذات پر اولیٰ ہے بنسبت مخلوق کے وجود کے۔

۳-اشدیت واضعفیت کا تفاوت: کلی کا صدق بعض افراد پر اشد ہو اور بعض افراد پر اضعف ہو جیسے سفیدی کا صدق برف پر اشد ہے اور ہاتھی دانت پر اضعف ہے۔

۴-ازیدیت وانقصیت کا تفاوت: کلی کا صدق بعض افراد پر زیادہ (ازید) ہو اور بعض افرد پر کم (انقص) ہو جیسے مقدار کا صدق ۶/فٹ کی تپائی پر زیادہ ہے بنسبت ۴/فٹ کی تپائی کے

ملاحظہ: جہاں شدت وضعف کا تفاوت ہوتا ہے، وہاں اضعف جتنے چند افراد تو عقل، قوت واھمہ کے ذریعے نکال سکتا ہے لیکن اشارہ حسی میں امتیاز قائم نہیں کر سکتا اور جہاں زیادہ ونقصان کا تفاوت ہوتا ہے، وہاں انقص جتنے چند افراد تو عقل، قوت واھمہ کے ذریعے نکال سکتا ہے اور اشارہ حسی میں بھی امتیاز قائم کر سکتا ہے۔

کلی متواطی اور کلی مشکک کی وجہ تسمیہ

کلی متواطی: یہ تواطاً سے ماخوذ ہی بمعنی موافق، چونکہ اس کا صدق اپنے افراد پر برابر سرابر ہوتا ہے گویا کہ اپنے افراد کے ساتھ موافق ہے، **فلھذا سمی متواطیاً**.

کلی مشکک: مشکک بمعنی شک میں ڈالنا، جب اس کے متعدد پر صدق کو دیکھا جاتا ہے تو متواطی ہونے کا شبہ ہوتا ہے اور جب صدق مع التفاوت کو دیکھا جاتا ہے تو مشترک ہونے کا شبہ پیدا ہوتا ہے، **فلھذا سمی مشککاً**.

اقسام متعدد المعنی کی وجہ حصر

دیکھا جائے گا کہ لفظ کی وضع ابتداء ہر معنی کے لئے الگ الگ ہے یا نہیں، اگر ہے تو ''مشترک'' اور اگر نہیں تو پھر اگر اول معنی کو چھوڑ دیا اور ثانی معنی میں مشہور ہو کر استعمال ہوا تو دیکھا جائے گا کہ ثانی معنی میں بالمناسبۃ ہے یا بغیر المناسبۃ، اگر مناسبت کے ساتھ ہے تو ''منقول'' اور اگر بغیر مناسبت کے ہے تو ''مرتجل'' ہوگا، اور اگر ثانی معنی میں مشہور نہیں ہوا اور اول معنی کو نہیں چھوڑا بلکہ کبھی اول معنی میں مستعمل ہوتا ہے اور کبھی ثانی معنی میں، تو اول معنی میں جب استعمال ہوگا تو ''حقیقت'' اور ثانی معنی میں استعمال ہوگا تو ''مجاز'' کہلائے گا، **فاحفظ هذا**.

متکثر المعنی یعنی متعدد المعنی کی اقسام

۱-مشترک: لفظ کی وضع ابتداءً ہر معنی کے لئے الگ الگ ہو جیسے لفظ ''عین'' کہ اس کی وضع ابتداء ہی سے آنکھ، گھٹنا، کنواں، جاسوس اور ذھب (یعنی سونا) وغیرہ کے لئے الگ الگ ہے،

۲-منقول: لفظ کی وضع ایک معنی کے لئے ہوا اور اول معنی کو ترک کر کے ثانی معنی میں مناسبت کے استعمال کیا گیا ہو۔

۳-مرتجل: اگر ثانی معنی میں بغیر مناسبت کے ہو تو مرتجل کہلاتا ہے جیسے جعفر نہر صغیر کے لئے وضع کیا گیا ہے، اب اگر کسی آدمی کا نام رکھا تو یہ بغیر مناسبت کے ہے۔

منقول کی (باعتبار ناقل کے) تین اقسام

۱-منقول شرعی: ناقل (نقل کرنے والا) شرع ہو جیسے صلوٰۃ اس کو دعا کے لئے وضع کیا گیا ہے تو دعا سے ارکان مخصوصہ نماز کی طرف شریعت نے منتقل کیا ہے اور اس نقل کرنے میں مناسبت یہ ہے کہ صلوٰۃ بمعنی دعا ہے اور نماز کے اندر بھی دعا پائی جاتی ہے۔

۲-منقول عرفی: ناقل عرف عام ہو جیسے دابۃ، اس کے معنی ہیں **ما یدب علی الارض** (جو زمین پر حرکت کرتا ہو) پھر اس کو چوپایوں کے ساتھ خاص کیا گیا، اس کے نقل کرنے والے

عام لوگ ہیں۔

۳۔منقول اصطلاحی: ناقل خاص لوگ ہوں جیسے حرف، اس کا لغوی معنی طرف کا ہے لیکن نحویین نے جب نقل کیا تو مالا یدل علی معنی فی نفسه کی طرف کیا، اسی طرح تمام اصطلاحات کے نقل کرنے والے خاص لوگ ہیں، (مثلاً صرفی نحوی)

۴۔حقیقت: لفظ کی وضع ایک معنی کے لئے ہو پھر ثانی معنی میں استعمال ہونے لگا اور اول معنی کو ترک نہ کیا تو اول میں استعمال ہونا حقیقت کہلاتا ہے۔

۵۔مجاز: اور ثانی معنی میں استعمال ہونا مجاز کہلاتا ہے۔

حقیقت اور مجاز کی وجہ تسمیہ

حقیقت: یہ مأخوذ ہے حق الشئی اذا ثبت (جب کوئی چیز ثابت ہو جائے) چونکہ جب اپنے معنی میں یہ استعمال ہوتا ہے تو اپنے معنی میں ثابت ہوتا ہے، فلهذا سمی حقیقة.

مجاز: یہ ماخوذ ہے جا ز الشئی جوزاً (إذا تجاوز) (یعنی شئی کا متجاوز ہو جانا) چونکہ لفظ اپنے معنی موضوع لہ میں استعمال نہیں ہوتا بلکہ دوسرے معنی کی طرف متجاوز ہوتا ہے، فلهذا سمی مجازاً.

مجاز کی دو قسمیں (باعتبار تقسیم اول)

۱۔مجاز لغوی ای مجاز فی الطرف: کسی قرینہ کی وجہ سے لفظ غیر معنی موضوع لہ میں استعمال کیا جائے جیسے رأیت الأسد فی الحمام ، یہاں غیر معنی موضوع لہ میں استعمال کیا بوجہ قرینہ کے اور فی الحمام کا لفظ قرینہ ہے (تو یہاں اُسد سے مراد جنگل کا جانور نہیں بلکہ رجل شجاع مراد ہے۔

ملاحظہ: اسد کو حیوان مفترس کہتے ہیں (حملہ کرنے والا جانور)

۲۔مجاز عقلی ای مجاز فی الاسناد: فعل یا شبہ فعل کی نسبت غیر ماھولہ (یعنی ایسی چیز کے غیر کی طرف ہو جس کے لئے وہ فعل یا شبہ فعل ثابت ہو) کی طرف ہو جیسے أنبت الربیع

البقل (موسم بہار نے سبزہ اگایا) تو انبات (اگانا) تو اللہ رب العزت کے لئے ثابت ہے لیکن اس کی نسبت موسم بہار کی طرف ہونا مجاز (عقلی) ہے۔

مجاز کی دو قسمیں (باعتبار تقسیم ثانی)

۱-مجاز استعارہ: لفظ غیر معنی موضوع لہ میں مستعمل ہے اور علاقہ تشبیہ کا ہو جیسے زید کالاسد (زید شیر کی طرح ہے) یہ علاقہ تشبیہ کا ہے۔

۲-مجاز مرسل: لفظ غیر معنی موضوع لہٗ میں مستعمل ہے اور علاقہ تشبیہ کا نہ ہو بلکہ بائیس (۲۲) علاقوں میں سے کوئی علاقہ ہو جیسے سبب مسبب کا علاقہ، جزوکل کا علاقہ، حال محل کا علاقہ وغیرہ۔

سبب مسبب کا علاقہ: سبب بول کر مسبب مراد لیا جائے جیسے آگ سبب ہے دھواں مسبب ہے تو آگ کو بھول کر دھواں مراد لیا جائے۔

جزوکل کا علاقہ: جز بول کر کل مراد لیا جائے جیسے تحریر رقبۃ (گردن کا آزاد کرنا) اس کو بول کر تحریر جسد (مکمل جسم کا آزاد کرانا) مراد لیا جائے۔

حال محل کا علاقہ: حال بول کر محل مراد لیا جائے جیسے نہر بہی، یہاں پر نہر مراد نہیں کیونکہ وہ تو اس گڑھے کو کہتے ہیں جس میں پانی ہوتا ہے بلکہ مراد یہاں پانی ہے۔

استعارہ کی چار اقسام ہیں

ملاحظہ: (۱) مشبہ: جس کو تشبیہ دی گئی ہو (۲) مشبہ بہ: جس کے ساتھ تشبہ دی گئی ہو (۳) حرف تشبیہ: کاف (بشکل ک) اور لفظ مثل وغیرہ (۴) وجہ تشبیہ: جس کی وجہ سے تشبیہ دی گئی ہو، جیسے زید کالأ سد میں ''زید'' مشبہ ہے اور ''اسد'' مشبہ بہ ہے ''کاف'' حرف تشبیہ اور زید کا شجاع ہونا یعنی ''شجاعت'' وجہ تشبیہ ہے۔

۱-استعارہ بالکنایہ: ایک چیز کو دوسری چیز کے ساتھ دل میں تشبہ دے کر ارکان تشبیہ میں سے مشبہ کو ذکر کیا جائے۔

۲-استعارہ تصریحیہ: ایک چیز کو دل میں تشبیہ دے کر ارکان تشبیہ میں سے مشبہ بہ کو ذکر کیا جائے اور مراد مشبہ لیا جائے جیسے رأیت الأ سد فی الحمام (میں نے شیر کو حمام میں دیکھا)

۳-استعارہ تخیلیہ: مشبہ بہ کے لوازمات کو مشبہ کے لئے ثابت کیا جائے۔
۴-استعارہ ترشیحیہ: مشبہ بہ کے مناسبات کو مشبہ کے لئے ثابت کیا جائے۔

پہلے، تیسرے اور چوتھے کی مثالیں:

أنشبت المنية أظفارها (موت نے اپنے پنجے گاڑ دیئے)
یہ اصل میں ایک شعر ہے

اذا المنية أنشبت أظفارها
ألفيت كل تميمة لا تنفع

ترجمہ: جب موت نے اپنے پنجے گاڑ دیئے تو اس وقت تم ہر تعویذ کو بیکار پاؤ گے۔
پہلے کی مثال: موت کو درندہ سے تشبیہ دی ہے، مشبہ بہ درندہ (اسد وغیرہ) ہے، مشبہ بہ کو ذکر نہ کیا اور مشبہ مراد لیا اور وہ موت ہے تو موت کا ذکر بالکنایۃ ہے۔
تیسرے کی مثال: مشبہ بہ کے لوازمات اظفار کو مشبہ یعنی موت کے لئے ثابت کر دیا تو اظفار میں استعارہ تخیلیہ ہے۔
چوتھے کی مثال: جس درندہ کے پنجے ہوں، اس کو "گاڑنا" مناسب ہے، لہذا مناسبات مشبہ بہ کو مشبہ کے لئے ثابت کر دیا تو یہ استعارہ ترشیحیہ ہے۔
قوله اما ذاتي الخ: یہاں سے مصنف رحمۃ اللہ علیہ کلی کی دو قسموں کی طرف اشارہ کر رہے ہیں۔

کلی کی دو قسمیں ہیں (باعتبار تقسیم اول)

کلی ذاتی: اس کی دو تعریفات کی گئی ہیں، ایک کمزور ہے اور ایک صحیح ہے۔
کمزور تعریف: وہ کلی جو اپنے افراد کی حقیقت میں داخل ہو لیکن ان پر اعتراض ہوتا ہے کہ نوع اپنے افراد کی حقیقت میں داخل نہیں حالانکہ وہ کلی ذاتی ہے اور اپنے افراد کی حقیقت کا عین ہے
صحیح تعریف: وہ کلی جو اپنے افراد کی حقیقت سے خارج نہ ہو، چاہے اس کے اندر داخل ہو یا اس کی عین حقیقت ہو جیسے جنس اور فصل داخل ہیں اور نوع عین حقیقت ہے۔
کلی عرضی: وہ کلی جو اپنے افراد کی حقیقت سے خارج ہو۔

مباحث کلیات خمسہ

اس کی دو وجہ حصر ہیں، ایک یہاں آ رہی اور دوسری آئندہ آ رہی ہے۔

وجہ حصر: (بطرز حضرت علامہ شہیدؒ)

دیکھا جائے گا کہ کلی اپنے افراد کی حقیقت کا جز ہے یا عین ہی یا اپنے افراد کی حقیقت سے خارج ہے، اگر جز ہے تو دیکھا جائے گا کہ تمام مشترک ہے یا نہیں، اگر تمام مشترک ہے تو ''جنس'' اور اگر نہیں ہے تو ''فصل'' ہوگا اور اگر اپنے افراد کی حقیقت کا عین ہے تو ''نوع'' ہے اور اگر اپنے افراد کی حقیقت سے خارج ہے تو دیکھا جائے گا کہ ایک حقیقت کے افراد کے ساتھ خاص ہے یا مختلف حقائق کے افراد کو شامل ہے، اگر ایک حقیقت کے افراد کے ساتھ خاص ہے تو ''خاصہ'' اور اگر مختلف حقائق کے افراد کو شامل ہے تو ''عرض عام'' ہوگا۔

سوال: حیوان تمام مشترک کیسے ہے؟

جواب: حیوان اس طرح تمام مشترک ہے کہ دو ماھیتوں کے درمیان جتنے اجزاء ہیں، سب اس میں آ جاتے ہیں فتامل۔

اس کی دوسری وجہ حصر جو صاحب ایساغوجی نے بیان کی ہے، اس کا مدار ''ماھو'' اور ''ای شئ'' کی اصطلاح کے سمجھنے پر موقوف ہے، لہذا پہلے اس کو بیان کیا جاتا ہے۔

اصطلاح ماھو کا بیان

ماھو کے ساتھ کسی چیز کی حقیقت کے بارے میں سوال کیا جاتا ہے مثلاً زید ماھو (یعنی زید کی وہ حقیقت بتاؤ جو اس کے ساتھ خاص ہے) گویا اس میں زید کی حقیقت کے بارے میں سول کیا جا رہا ہے۔

پھر سوال کبھی ایک چیز کو ملا کر کیا جاتا ہے اور کبھی کئی چیزوں کو ملا کر کیا جاتا ہے، اگر ایک چیز کو ملا کر سوال کیا تو پھر یا جزئی ہوگی یا کلی ہوگی، اب اگر جزئی ہے تو اس سے حقیقت مختصہ کا سوال ہوتا ہے مثلاً ''زید ماھو'' تو جواب نوع آئے گا (یعنی انسان) اور اگر کلی ہے تو اس

سے بھی حقیقت مختصہ کا سوال ہوتا ہے تو جواب میں حد تمام آئے گا جیسے الإ نسان ما هو، جواب الحیوان الناطق آئے گا اور اگر بہت ساری چیزوں کو ملا کر سوال کیا ہے تو پھر دیکھا جائے گا کہ وہ کئی چیزیں مختلف الحقیقۃ ہیں یا متفق الحقیقۃ ہیں، اگر متفق الحقیقۃ ہیں تو سوال حقیقت مشترکہ ومختصہ دونوں کا ہے اور جواب میں نوع آئے گا، جیسے زید و عمرو بکر ماهم ، جواب إنسان ہے، اور اگر مختلف الحقیقۃ ہے تو سوال صرف حقیقت مشترکہ کا ہے اور جواب میں جنس آئے گا مثلاً الإ نسان والفرس والغنم ماهی ،جواب الحیوان.

اصطلاح ای شئی کا بیان

ای شئی کے سوال کے مقصد وہ چیز دریافت کرنا جو ''ای'' کے ماقبل کو ''ای'' کے مضاف الیہ کے اندر ''ای'' کے ماقبل کے ساتھ شریک چیزوں سے تمیز دے، اب اگر سوال ای شی هو فی ذاته سے ہے تو اس صورت میں ''ای'' کے سوال کا مقصد یہ ہے کہ مجھے ایسی کلی بتاؤ جو دوسری کلی کے مشارکات سے تمیز دے دے اور اس کی حقیقت میں بھی داخل ہو (کالإ نسان أی حیوان ، فالناطق ممیز له وهو داخل فی حقیقته) اور اگر سوال ای شی هو فی عرضه سے ہے تو مقصد سوال کا یہ ہوگا کہ مجھے ایسی کلی بتاؤ جو دوسری کلی کو مشارکات سے تمیز دے مگر حقیقت میں داخل نہ ہو (کالضاحک للإنسان ممیز عن مشارکاته فی الحیوان ولیس بداخل فی حقیقته) تو ای شی هو فی ذاته سے سوال ''فصل'' کا اور ای شی هو فی عرضه سے خاصہ کا ہوتا ہے اور عرض عام دونوں کے جواب میں نہیں آتا۔

(۲) وجہ حصر: (بطرز حضرت مصنفؒ)

دیکھا جائے گا کہ کلی "ماهو" کے جواب میں ہے یا "ای شئی" کے جواب میں ہے یا کسی کے جواب میں نہیں اب اگر ''ماهو'' کے جواب میں ہے تو دیکھا جائے گا کہ سوال حقیقت مشترکہ ومختصہ دونوں کا ہے یا صرف حقیقت مشترکہ کا، اگر دونوں کا ہے تو ''نوع'' ہے اور اگر صرف حقیقت مشترکہ کا ہے تو ''جنس'' ہے اور اگر سوال "ای شئی" کا ہے تو دیکھا جائے گا فی ذاته یا فی عرضه کے ساتھ اگر فی ذاته کے ساتھ ہے تو ''فصل'' ہے اور اگر فی

عرضہ کے ساتھ ہے تو ''خاصہ'' ہے اور اگر کسی کے جواب میں نہیں (یعنی نہ ماھو کے نہ ای شی کے) تو پھر ''عرض عام'' ہے۔

کلیات خمسہ کی تعریفات

والذاتی إما مقول فی جواب ماهو بحسب الشركة المحضة كالحيوان بالنسبة إلى الإنسان والفرس وهو الجنس ويرسم بأ نه كلي مقول على كثيرين مختلفين بالحقائق فی جواب ماهو وإما مقول فی جواب ماهو بحسب الشركة والخصوصية معا كا لإنسان بالنسبة إلى زيد وعمرو وغير هما وهو النوع ويرسم بأنه كلي مقول على كثير ين مختلفين بالعدد دون الحقيقية فی جواب ما هو .

ترجمہ: کلی ذاتی کی پھر تین قسمیں ہیں، اس لئے کہ وہ یا تو چند جز ئیات کی حقیقتوں کے درمیان صرف شرکت کا لحاظ کر کے ''ماھو'' کے جواب میں بولی جائی گی جیسے لفظ حیوان (جو) انسان اور گھوڑے کی نسبت (ان کی حقیقت کے جواب میں بولا جائے) یہ کلی جنس ہے اور اس کی یہ تعریف کی جاتی ہے کہ یہ ایسی کلی ہے جو ماھو کے جواب میں بہت سے مختلف الحقائق امور کے بارے میں بولی جائے، اور شرکت اور خصوصیت دونوں کے لحاظ سے بولی جائے گی جیسے انسان، زید عمر وغیرہ کی نسبت سے اور یہ کلی نوع ہے اور اس کی یہ تعریف کی جاتی ہے کہ یہ ایک ایسی کلی ہے جو ماھو کے جواب میں ایسے بہت سے امور کے بارے میں بولی جائے جو عدد میں مختلف ہوں، نہ کہ اپنی حقیقتوں میں۔

جنس اور نوع کی بحث

قوله والذاتی الخ : مصنفؒ یہاں سے کلی ذاتی اقسام بتا رہے ہیں۔

قوله فی جوا ب ما هو بحسب الشركة المحضة: یعنی فرما رہے ہیں کہ صرف شرکت کا لحاظ کر کے چند جزئیات کی حقیقتوں کے درمیان ماھو کے جواب میں بولی جائے۔

قوله کلي مقول علی کثیر ین مختلفین بالحقائق: مصنف علیہ الرحمۃ جنس کی تعریف کر رہے ہیں تو اس عبارت سے نوع کی تعریف کو خارج کر دیا کہ جنس وہ کلی ہے جو بہت سارے مختلف الحقیقۃ افراد پر بولی جائے ، جب کہ نوع بہت سارے متفق الحقیقۃ افراد پر بولی جاتی ہے۔

جنس: بہت ساری چیزیں جو حقیقت کے اندر مختلف ہوں ، جب ان کو ماھو کے ساتھ ملا کر سوال کیا جائے تو اس صورت میں سوال کا مقصد شرکت محضہ ہوتا ہے اور جواب میں جو کلی محمول ہوتی ہے ، وہ جنس کہلاتی ہے۔

قوله في جواب ما هو: اس قید سے فصل ، خاصہ اور عرض عام نکل گئے کیونکہ فصل اور خاصہ أي شئي کے جواب میں آتے ہیں ، نہ کہ ماھو کے اور عرض عام تو کسی کے جواب میں نہیں آتا ،

قوله کلي مقول علی کثیرین مختلفین بالعدددون الحقیقة: اس نوع کی تعریف سے جنس کو خارج کر دیا کہ نوع عدد میں مختلف اور حقیقت میں متفق ہوتی ہے جب کہ جنس میں ایسا نہیں ہوتا۔

نوع: بہت ساری چیزیں جو حقیقت میں متفق ہوں اور عدد میں مختلف ہوں ان کو جب ماھو کے ساتھ ملا کر سوال کیا جائے تو سوال کا مقصد حقیقت مختصہ اور مشترکہ دونوں ہوتے ہیں تو اس صورت میں جو کلی جواب میں محمول ہوتی ہے وہ نوع کہلاتی ہے۔

جنس کی اقسام (باعتبار تقسیم اول)

۱۔جنس قریب: جو اپنے جمیع (یعنی تمام) ماتحت افراد کے اعتبار سے تمام مشترک ہو مثلاً حیوان ، اپنے جمیع ماتحت کے اعتبار سے تمام مشترک ہے ، اس کے ماتحت افراد انسان ، بقر ، غنم وغیرہ ہیں۔

یعنی وہ جنس جس کے افراد میں سے بعض افراد کو ماھو کے ساتھ ملا کر سوال کیا جائے یا تمام کو ملا کر کیا جائے تو دونوں صورتوں میں وہی جنس واقع ہو۔

۲۔جنس بعید: جو اپنے ماتحت افراد میں سے بعض کے اعتبار سے مشترک ہو ، یعنی بعض وہ

افراد جن کے اعتبار سے تمام مشترک ہے، ان کو ملا کر سوال کیا جائے تو جواب میں وہی جنس آئے اور اگر ان افراد کو ملا کر سوال کیا جائے جن کے اعتبار سے تمام مشترک نہ ہو تو جواب میں وہی جنس واقع نہ ہو بلکہ کوئی اور جنس واقع ہو۔

ان دونوں کی مثالیں

۱۔جسم نامی: یہ نباتات کے اعتبار سے تمام مشترک ہے، لہذا اگر نباتات کو ملا کر سوال کیا جائے تو جواب جسم نامی ہوگا مثلاً **الإ نسان والفرس والشجر ما هي فالجواب الجسم النامي** اور اگر نباتات کو نہ ملائے تو جسم نامی نہ ہوگا مثلاً **الإ نسان والفرس ماهما فالجواب الحيوان** تو دوسری صورت میں نباتات کو ملا کر سوال نہ کیا، اس وجہ سے جسم نامی جواب میں نہ آیا۔

۲۔جسم مطلق: یہ جمادات کے اعتبار سے تمام مشترک ہے، لہذا اگر جمادات کو ملا کر سوال کریں تو جواب جسم مطلق ہوگا مثلاً **الإ نسان والشجر والحجر ماهي فالجواب الجسم المطلق** اور اگر جمادات کو نہ ملائیں تو جسم مطلق نہ ہوگا مثلاً **الا نسان والشجر ما هما فالجواب الجسم النامي أو الإ نسان والفرس ما هما فالجواب الحيوان .**

۳۔جوھر: یہ عقول کے اعتبار سے تمام مشترک ہے، لہذا عقول کو ملا کر ماھو کے ساتھ سوال کریں تو جواب جوھر آئے گا مثلاً **الإ نسان والشجر والعقل ماهي فالجواب الجوهر** اور اگر عقول کو نہ ملائیں تو جواب جوہر نہ آئے گا، مثلاً **الإ نسان والفرس أو الشجر أو الحجر ما هما فالجواب الحيوان أو الجسم النامي أو الجسم المطلق.**

ملاحظہ: غرض یہ تینوں یعنی جسم نامی، جسم مطلق اور جوہر، انسان کے لئے جنس بعید ہیں اور جسم نامی نباتات کے لئے، جسم مطلق جمادات کے لئے، جوہر عقول کے لئے جنس قریب ہے، فتدبر۔

جنس کی اقسام (باعتبار تقسیم ثانی)

۱۔جنس عالی: وہ جنس جو سب سے اوپر ہو اور جس کے اوپر کوئی جنس نہ ہو، جیسے جوہر، اسے جنس

الاجناس کہتے ہیں۔

۲۔جنس متوسط: جس کے اوپر اور نیچے (دونوں طرف) جنس ہو جیسے جسم نامی اور جسم مطلق۔

جسم نامی: (اس طرح کہ) اس کے اوپر جوہر اور جسم مطلق ہے اور نیچے حیوان ہے۔

جسم مطلق: (اس طرح کہ) اس کے اوپر جوہر ہے اور نیچے جسم نامی اور حیوان ہے۔

۳۔جنس سافل: جس کے نیچے جنس نہ ہو بلکہ خود سب سے نیچے ہو جیسے حیوان۔

۴۔جنس مفرد: جس کے نہ اوپر جنس ہو، نہ نیچے ہو جیسے عقول۔

اس چوتھی جنس کو بعض نے شمار کیا ہے اور بعض نے نہیں کیا۔

مقولات عشر کا بیان(۱)

مقولات عشر یعنی محمولات عشر، وجہ تسمیہ یہ ہے کہ یہ دس چیزیں جنس پر محمول ہوتی ہیں، ان میں سے ایک ''جوھر'' ہے اور باقی ۹ عرض ہیں۔

۱۔جوھر: ما یقوم بنفسه (یعنی جو بذات خود قائم ہو) کسی محل کا محتاج نہ ہو مثلاً اجسام بذات خود قائم ہیں، کسی محل کے محتاج نہیں۔

۲۔عرض: مایقوم بالغیر جو غیر کے ساتھ قائم ہو) کسی محل میں ہونے کا محتاج ہو مثلاً الوان، عیوب وغیرہ یہ خود بنفسہ جسم نہیں (کہ نظر آرہے ہوں) بلکہ اپنی موجودگی کے لئے کسی دوسرے محل کے محتاج ہیں۔

عرض کی نو اقسام

۱۔مقولہ کم: جو تقسیم کو لذاتہ (بغیر واسطے کے) قبول کرے مثلاً مقدار، عدد، اس کی دو قسمیں ہیں

۱۔کم متصل: جس کے اجزائے مشترکہ کے درمیان حد مشترک نکالی جاسکتی ہو مثلاً مقدار۔

۲۔کم منفصل: جس کے اجزائے مفروضہ کے درمیان حد مشترک نہ نکالی جاسکتی ہو مثلاً عدد۔

(۱) حضرت علامہ شہیدؒ نے اس سابقہ بحث کے بعد مرقات میں مقولات عشر کی بحث پڑھائی تھی، اس کو افادہ کے لئے لکھا جارہا ہے ورنہ یہ بحث ''مرقات'' سے متعلق ہے ''ایساغوجی'' سے نہیں۔

ملاحظہ: حد مشترک کہتے ہیں جو دونوں طرفوں کے اعتبار سے برابر ہواور ہر طرف کے لئے ابتداء اور انتہاء ہوسکے یعنی مساوی ہو۔

اب کم متصل کی دو قسمیں ہیں۔

(۱) قارالذات: وہ کم متصل جواپنے تمام اجزاء سمیت موجود ہومثلاً مقدار،

(۲) غیر قارالذات: وہ کم متصل جواپنے تمام اجزاء سمیت موجود نہ ہومثلاً زمانہ،

۲-مقولہ کیف: جوتقسیم کولذاتہ (بغیر واسطے کے) قبول نہ کرے اور نہ نسبت کو لذاتہ قبول کرے مثلاً خوشبو، اس کو دو حصوں میں تقسیم کرنا اس کے پانی کے بغیر نہیں ہوسکتا گویا تقسیم پانی کے واسطے سے ہوگی، بغیر پانی کے واسطے کے نہ ہوگی۔

۳-مقولہ اضافت: ایسی نسبت کوکہا جاتا ہے جس کا تعقل وتصور دوسری نسبت کے بغیر نہ ہو سکے اور دوسری نسبت کا تعقل وتصور اس نسبت کے بغیر نہ ہوسکے مثلاً ''ابوت'' (باپ ہونے کا تعقل) کا تعقل، دوسری نسبت ''بنوت'' (بیٹے ہونے) کے بغیر نہیں ہوسکتا اور ''بنوت'' کا تعقل پہلی نسبت ''ابوت'' کے بغیر نہیں ہوسکتا، کیونکہ دونوں کا تعقل وتصور ایک دوسرے پر موقوف ہے۔

جان لو! باپ ہونا اور بیٹا ہونا یہ (لفظ ''ہونا'' مصدری معنی) عرض ہے (کیونکہ یہ نسبت ہے) لیکن صرف باپ اور ابن جوہر ہے (کیونکہ وہ جسم ہے وکل جسم جوہر)۔

۴-مقولہ این: کسی مکان کے اندر ہونے کی وجہ سے (متمکن کو) جوھئیت لگے مثلاً زید کے گھر میں ہونے کی وجہ سے جوھئیت اس کولگتی ہے،

۵-مقولہ ملک: جسم کو جوھئیت اپنے مشتملات اور ملاصقات کی وجہ سے عارض ہواور جسم کے منتقل ہونے کی وجہ سے وہ (ھئیت) اس کے اندر منتقل ہو جائے اس کو ''مقولہ جدہ'' بھی کہتے ہیں، مثلاً عمامہ باندھنے کی وجہ سے جوھئیت انسان کولگتی ہے، وہ بغیر عمامہ کے نہیں لگتی اور جسم کے کسی جگہ منتقل ہو جانے پر وہ بھی ساتھ ساتھ منتقل ہوتی رہتی ہے۔

۶-مقولہ فعل: کسی چیز کوآہستہ آہستہ قوت سے فعل کی طرف نکالنا مثلاً پانی کوآگ پر رکھا، اب آہستہ آہستہ گرم ہورہا ہے، اب گرم ہونے کی صلاحیت آہستہ آہستہ فعل کی طرف نکل رہی ہے۔

۷-مقولہ انفعال: کسی چیز کا آہستہ آہستہ قوت سے فعل کی طرف نکلنا مثلاً پانی آگ پر رکھا تو

پانی میں اثر قبول کرنے کی قوت (وصلاحیت) ہے اور یہ عرض پانی کے ساتھ قائم ہے۔
۸۔مقولہ متیٰ: کسی چیز کو کسی زمان میں ہونے کی وجہ سے جو ھئیت حاصل ہو مثلاً کسی بڑے آدمی کو (جو مر چکا ہو) یاد کر کے جو ھئیت اس کو لگے۔
۹۔مقولہ وضع: کسی چیز کو کسی دو نسبتوں کی وجہ سے جو ھئیت حاصل ہو، بعض اجزاء کو بعض اجزاء کی طرف نسبت سے جو ھئیت لگے مثلاً چار زانو ہو کر بیٹھنے سے الگ ھئیت لگتی ہے اور دو زانوں ہو کر بیٹھنے سے الگ ھئیت لگتی ہے یا بعض اجزاء کو خارج کی وجہ سے جو ھئیت لگے مثلاً دیوار کے کونے میں بٹھانے سے الگ ھئیت ہوتی ہے اور یہ خارج میں ہے اور اگر کمرے کے درمیان بٹھا دو تو الگ ھئیت ہوتی ہے۔

فهذه المقولات عشرة أی الجوهر والكم والكيف والا ضافة والأين والـملک والفعل والانفعال والمتى والوضع منحصرة أی يجمعها هذا البيت الفارسی :

مردے درازنیکوں دیدم بشہر امروز
باخواستہ نشتہ از کرد خویش فیروز

ترجمہ: ایک نیک لمبے آدمی کو میں نے آج شہر میں دیکھا جو اپنی چاہی ہوئی چیز کے ساتھ بیٹھا ہوا اور اپنے کئے پر (یعنی کام پر) خوش تھا،

تشریح:

''مردے'' بمعنی آدمی، اس میں ''جوھر'' ہے ''دراز'' بمعنی لمبا، اس میں ''کم'' ہے ''نیکو'' بمعنی نیک، اس میں ''کیف'' ہے ''دیدم'' بمعنی دیکھا، اس میں ''انفعال'' ہے ''شہر'' بمعنی شہر (بازار) اس میں ''این'' ہے ''امروز'' بمعنی آج، اس میں ''متی'' ہے ''باخواستہ'' بمعنی چاہی ہوئی چیز، اس میں ''اضافت'' ہے ''نشتہ'' بمعنی بیٹھا ہوا، اس میں ''وضع'' ہے ''کرد'' بمعنی کئے (کام) پر، اس میں ''فعل'' ہے ''فیروز'' بمعنی خوش ہونا، اس میں ''ملک'' ہے، اس میں سب کی مثالیں واضح ہیں مگر ''دیدم'' میں ''انفعال'' اور ''فیروز'' میں ''ملک'' کیسے اس میں

اکثر غلطی ہوتی ہے۔(۱)

اس وجہ سے ان کے بارے میں ذکر کیا جاتا ہے۔

(۱) دیدم میں انفعال: اس طرح ہے کہ اس میں مطلق دیکھنا مراد نہیں (کہ مطلق کسی کو دیکھنے میں آدمی اثر قبول نہیں کرتا) بلکہ اس میں عاشق کا دیکھنا مراد ہے کہ وہ آہستہ آہستہ اپنی معشوقہ اور محبوبہ کو دیکھ کر اثر قبول کرتا ہے اور اثر قبول کئے بغیر نہیں رہتا یعنی اس (محبوبہ) کے ہاتھ، پاؤں اور چہرے وغیرہ کو دیکھ کر اثر قبول کرتا ہے۔

(۲) فیروز میں ملک: معشوقہ کا عاشق کی گود میں ہونے سے جسم کو جو ھئیت اس کے ملاصقات کی وجہ سے عارض ہے، اس ھئیت کے لگنے کو ملک کہتے ہیں۔

نوع کی اقسام (باعتبار تقسیم اول)

۱-نوع حقیقی: بہت ساری چیزیں جو حقیقت میں متفق ہوں، ان کو ''ماہو'' کے ساتھ ملا کر سوال کیا جائے تو جواب میں محمول ہونے والی کلی نوع حقیقی ہے۔

(یہ وہی نوع ہے جس کی تعریف ہم پیچھے کر چکے ہیں (جنس کے بعد) اور اس نوع کو نوع حقیقی بھی کہتے ہیں)۔

۲-نوع اضافی: ایک نوع کو دوسری نوع کے ساتھ ملا کر ماھو کے ساتھ سوال کیا جائے تو اس کے جواب میں جنس آئے تو اس جنس کے اعتبار سے اس کو نوع اضافی کہیں گے۔

ان دونوں کی مثالیں

۱-حیوان: **الإنسان والفرس ما هما فالجواب الحیوان**، تو اب حیوان کے اعتبار سے انسان و فرس کو نوع اضافی کہیں گے کیونکہ (ایک نوع) انسان کو (دوسری نوع) فرس کے ساتھ ملا کر ماھو سے سوال کیا تو جواب میں حیوان (جو کہ جنس ہے) آیا ہے۔

---

(۱) علامہ شہید رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ ''میں یہ سوال کرتا ہوں کہ ''دیدم'' میں ''انفعال'' اور ''فیروز'' میں ''ملک'' کیسے ہے؟ کیونکہ یہ دونوں مشکل ہیں۔

۲-جسم نامی: الحیوان والشجر ماهما فالجواب (الجسم) النامی، تو جسم نامی کے اعتبار سے حیوان شجر کو نوع اضافی کہیں گے۔
۳-جسم مطلق: الشجر والحجر ماھما فالجواب الجسم (المطلق) تو جسم مطلق کے اعتبار سے شجر وحجر کو نوع اضافی کہیں گے۔
۴-جوھر: الحجر والعقل ماھما فالجواب الجوھر ،تو جوھر کے اعتبار سے حجر وعقل نوع اضافی کہیں گے،اس سے پتا چلا کہ نوع حقیقی صرف انسان کے ساتھ خاص ہے اور نوع اضافی انسان، حیوان، جسم نامی اور جسم مطلق کے ساتھ خاص ہے۔

حقیقی اور اضافی میں نسبت

ان کے درمیان نسبت عموم خصوص مطلق کی ہے،اضافی عام مطلق اور حقیقی خاص مطلق ہے، لہذا ہر حقیقی اضافی ہوگا اور ہر اضافی حقیقی نہ ہوگا ،بعض حضرات (جن میں صاحب مرقاۃ بھی ہے) کہتے ہیں کہ ان کے درمیان نسبت عموم خصوص من وجہ کی ہے تو اس صورت میں تین مادے نکلیں گے ایک اجتماعی دو افتراقی۔
(۱) اجتماعی مادہ: جیسے انسان، یہ دونوں میں ہے۔
(۲) افتراقی مادہ: یہ صرف حقیقی میں ہے، جیسے نقطہ (نقطہ کی بحث شرح تہذیب میں آئے گی)۔
(۳) افتراقی مادہ: جیسے حیوان، یہ صرف اضافی ہے۔

(ترتیب انواع میں) نوع کی اقسام (باعتبار تقسیم ثانی)

(۱) نوع عالی: جو سب سے اوپر ہو، اس سے اوپر کوئی نوع نہ ہو، اگر ہو تو جنس ہو، جیسے جسم مطلق ،اس کے اوپر جوھر ہے (اور وہ جنس ہے)۔
(۲) نوع متوسط: جس کے اوپر اور نیچے (دونوں طرف) نوع ہو جیسے جسم نامی اور حیوان،
جسم نامی: (اس طرح کہ) اس کے اوپر جسم مطلق اور نیچے حیوان اور انسان ہے،

حیوان: (اس طرح کہ) اس کے اوپر جسم مطلق اور جسم نامی اور نیچے انسان ہے،
(۳) نوع سافل: جو سب سے نیچے ہو اور جس کے نیچے کوئی نوع نہ ہو، اگر چہ اوپر ہو جیسے انسان مثلاً زید وغیرہ ، **وهو جزئی لكن هو تحت الإ نسان وفوقه الحيوان والجسمين ويسمى هذا النوع نوع الا نواع.**

(۴) نوع مفرد: جس کے اوپر نہ کوئی نوع ہو نہ نیچے، جیسے نقطہ۔

فصل کی بحث

وأما غير مقول في جواب ما هو بل مقول في جواب أي شي هو في ذاته وهو الذي يميز الشي عما يشار كه في الجنس كالنا طق بالنسبة الى الإنسان وهو الفصل ويرسم بأنه كلي يقال على الشئى في جواب أى شئى هوفي ذاته.

ترجمہ: اور کلی ذاتی یا تو ماھو کے جواب میں نہیں بولی جائے گی بلکہ **اى شئى هو فى ذاته** کے جواب میں بولی جائے گی، یعنی وہ چیز اپنی ذات میں کیا ہے؟ اور یہ وہ کلی ہے جو کسی چیز کو ان سے ممتاز کر دیتی ہے جو اس کے ساتھ جنس میں شریک ہیں، جیسے ناطق انسان کی نسبت سے، یہ کلی فصل ہے اور اس کی یہ تعریف کی جاتی ہے کہ یہ ایک ایسی کلی ہے جو کسی چیز کے بارے میں **اى شئى هو فى ذاته** کے جواب میں بولی جائے۔

قوله في جواب اى شئى هو في ذاته: مصنف علیہ الرحمۃ نے اس عبارت سے چاروں باقی کلیوں کو خارج کر دیا، جنس اور نوع اور عرض عام اس طرح کہ یہ دونوں اسی شئی کے جواب میں واقع نہیں ہوتیں ہیں اور خاصہ اس طرح کہ وہ **أیشئى هو فى عرضه** کے جواب میں واقع ہوتا ہے، نہ کہ فی ذاتہ کے جواب میں۔

فصل: اگر سوال **أى شئى هو فى ذاته** کے ساتھ ہے تو سوال کا مقصود وہ ممیّز ہوگا جو ''ای'' کے ماقبل کو ''ای'' کے مابعد کے مشارکات سے تمیز دے اور اس کے ذاتیات میں سے بھی ہو تو اس صورت میں جو کلی محمول ہوگی، وہ فصل کہلاتی ہے۔

فصل کی اقسام

۱۔فصل قریب: جوجنس قریب کے مشارکات سے تمیز دے جیسے ناطق، انسان کا فصل قریب ہے کیونکہ انسان کی جنس قریب حیوان ہے اور انسان کو اس کے مشارکات (بقر، غنم وغیرہ) سے ناطق تمیز دیتا ہے، لہذا یہ انسان کے لئے فصل قریب ہوا۔

۲۔فصل بعید: جوجنس بعید کے مشارکات سے تمیز دے جیسے حساس اور متحرک بالا رادہ، یہ انسان کا فصل بعید ہے کیونکہ جسم نامی کے مشارکات سے انسان کو تمیز دیتا ہے اور جسم نامی انسان کا جنس بعید ہے۔

ملاحظہ: فصل کو نوع کے ساتھ تقویم کی نسبت ہے یعنی نوع کے قوام وڈھانچے میں داخل ہے جیسے ناطق، انسان کے قوام وڈھانچے میں داخل ہے۔

فصل کو جنس کے ساتھ تقسیم کی نسبت ہے یعنی یہ جنس کو دو قسموں میں تقسیم کرتا ہے جیسے ناطق، حیوان کو دو قسموں میں تقسیم کرتا ہے (۱) حیوان ناطق (۲) حیوان غیر ناطق،

دو اہم اصول

اصل اول: **کل مقوم للعالی مقوم للسافل** (ہر مقوم عالی، مقوم سافل ہوتا ہے) یعنی جو فصل نوع عالی کے قوام وڈھانچے میں داخل ہے، وہ نوع سافل کے قوام وڈھانچے میں بھی ضرور داخل ہوگا جیسے حساس اور متحرک بالا رادہ تو اب جس طرح حیوان (یعنی نوع عالی) کے قوام وڈھانچے میں داخل ہے، اسی طرح انسان (یعنی نوع سافل) کے قوام وڈھانچے میں ضرور داخل ہے۔

کل مقوم للسافل لیس مقوم للعالی (یعنی ہر مقوم سافل، مقوم عالی نہیں ہوتا) یعنی جو فصل مقوم سافل کے قوام میں داخل ہو، ضروری نہیں کہ وہ مقوم عالی کے قوام میں بھی داخل ہو جیسے ناطق، انسان (یعنی نوع سافل) کے قوام میں داخل ہے لیکن حیوان (یعنی نوع عالی) کے قوام میں داخل نہیں۔

اصل ثانی: کل مقسم للسافل مقسم للعالی (یعنی ہر مقسم سافل، مقسم عالی ہوگا) جیسے ناطق، حیوان (یعنی جنس سافل) کے لئے مقسم ہے تو اس طرح جوہر (یعنی جنس عالی) کے لئے بھی مقسم ہے،

کل مقسم للعالی لیس مقسم للسافل (یعنی ہر مقسم عالی، مقسم سافل نہیں) جیسے حساس اور **متحرک بالا رادہ** یہ جوہر (یعنی جنس عالی) کے لئے تو مقسم ہے مگر حیوان (یعنی جنس سافل) کے لئے نہیں، فاحفظ۔

ملاحظہ: یہاں تک بحث کلی ذاتی کی اقسام سے تھی۔

خاصہ اور عرض عام کی بحث

وأما العرضي فهو إما أن يمتنع انفكاكه عن ماهية وهو العرض اللازم أو لا يمتنع وهو العرض المفارق وكل واحد منهما إما يختص بحقيقة واحدة وهو الخاصة كالضاحك بالقوة أو بالفعل للانسان ويرسم بأنها كلية يقال على ماتحت حقيقة واحدة فقط قولاً عرضياً وإما أن يعم حقائق فوق واحدةوهو العرض العام كالمتنفس بالقوة أوبالفعل للانسان وغيره من الحيوانات ويرسم بأنه كلي يقال على ماتحت حقائق مختلفةقولاً عرضياً.

ترجمہ: کلی عرضی یا تو ایسی ہوگی کہ اسے حقیقت سے جدا کرنا ناممکن ہوگا اور یہ عرض لازم ہے یا جدا کرنا ممکن ہوگا اور یہ عرض مفارق ہے اور ان دونوں میں سے ہر ایک یا ایک حقیقت (والے افراد) کے ساتھ مخصوص ہوگی اور یہ کلی خاصہ ہے جیسے انسان کے لئے ہنسنے کی صلاحیت رکھنا یا ہنسنا، اور اس کی یہ تعریف کی جاتی ہے کہ ایسی کلی عرضی جو ایسے افراد کے اوپر بولی جائے جن کی حقیقت ایک ہے اور یا کلی عرضی ایسے افراد پر عام ہوگی جن کی حقیقتیں ایک سے زیادہ ہیں اور یہ عرض عام ہے جیسے انسان اور دوسرے جانداروں کے لئے سانس لینے کی صلاحیت یا سانس لینا اور اس کی یہ تعریف کی جاتی ہے کہ ایسی کلی عرضی جو ایسے افراد کے بارے میں بولی جائے جن کی حقیقت مختلف ہیں۔

قوله و أما العرضی الخ: مصنفؒ یہاں سے کلی عرضی کی اقسام بتارہے ہیں۔

عرض کی اقسام

۱-عرض لازم: جس کا اپنی ماھیت سے جدائیگی محال ہو یعنی ممتنع ہو۔
۲-عرض مفارق: جس کا اپنی ماھیت سے جدائیگی محال نہ ہو، یعنی ممکن ہو۔

عرض مفارق کی اقسام

۱-دائم: جو اپنے معرض سے جدا ہو سکے (یعنی جدا ہونا ممکن ہو) لیکن جدا نہ ہو بلکہ ہمیشہ اس کے ساتھ عارض ہو جیسے فلک کو حرکت۔
۲-سریع الزوال: جو جلدی زائل ہو جائے جیسے غصہ کے وقت جو سرخی ہوتی ہے، وہ جلد زائل ہو جاتی ہے۔
۳-بطیئ الزوال: جو دیر سے زائل ہو جیسے عشق، جوانی۔
خاصہ کی تعریف: اگر سوال **ای شئی ھو فی عرضہ** کی ساتھ ہے تو سوال کا مقصد وہ ممیّز دریافت کرنا ہوتا ہے جو ای کی ماقبل کو مابعد کے مشارکات سے تمیز دے اور اس کے عرضیات میں سے ہو تو جواب میں محمول ہونے والی کلی خاصہ کہلاتی ہے۔
عرض عام کی تعریف: جس کا نہ ماھو سے سوال ہو نہ ای شئی سے۔

مصنف رحمہ اللہ سے تسامح

ہم پڑھ چکے ہیں کہ کلی کی (باعتبار تقسیم اول) پانچ قسمیں ہیں اور ''ایساغوجی'' اور انہی ''کلیات خمسہ'' کا نام ہے حالانکہ مصنف نے کلی عرضی کی چار قسمیں ذکر کی ہیں یعنی عرضی لازم ،عرض مفارق، عرض خاصہ (یعنی خاصہ) اور عرض عام ، اگر چاروں مراد لیں تو کلیات سبعہ ہو جائیں گے اور اگر اول کی دو قسمیں مراد لیں اور ثانی چھوڑ دیں تو کلیات خمسہ جو مشہور ہیں، وہ نہ رہیں گی، واللہ اعلم۔

ملاحظہ: یہاں تک کلی کی اقسام باعتبار تقسیم اول تمام ہوئیں۔

کلی کی اقسام (باعتبار تقسیم ثانی)

۱-کلی منطقی: اس کلی کے مفہوم کو جس میں شرکت ہو سکے، کلی منطقی کہتے ہیں (وجہ تسمیہ) کیونکہ منطقی کا اس کلی سے واسطہ پڑتا ہے۔

۲-کلی طبعی: کلی منطقی کے معروض (یعنی جس پر مفہوم صادق آئے اس) کو کلی طبعی کہتے ہیں (وجہ تسمیہ) اس کو طبعی اس وجہ سے کہتے ہیں کہ یاءِ نسبت کی ہے یعنی طبعیت والی (یعنی خارج میں موجود) چونکہ یہ کلی خارج میں ہوتی ہے، اس وجہ سے طبعی کہتے ہیں۔

۳-کلی عقلی: عارض (کلی منطقی) اور معروض (کلی طبعی) کے مجموعے کو کلی عقلی کہتے ہیں (وجہ تسمیہ) کیونکہ یہ عقل میں ہوتی ہے، خارج میں نہیں ہوتی جیسے الإنسان الكلي.

ملاحظہ: کلی منطقی اور کلی عقلی تو (بالاتفاق) ذہن میں ہوتی ہیں اور کلی طبعی کے بارے میں بعض حضرات کہتے ہیں کہ خارج میں موجود نہیں، اگر موجود مانو گے تو خارج میں اس کے اوصاف متضادہ بھی موجود ہیں تو اس کا اوصاف متضادہ سے متصف ہونا لازم آئے گا، بعض کہتے ہیں کہ موجود ہے اور اس کے موجود ہونے سے مراد اس کے افراد ہیں اور چونکہ اس کے افراد متعدد ہیں تو اسی وجہ سے اس کے اوصاف بھی متعدد ہیں، کوئی اسود، کوئی ابیض تو اتصاف اس اعتبار سے ہے۔

جزئی کی اقسام

۱-جزئی حقیقی: (یہ جزئی ہے جس کی تعریف گذر چکی ہے)

۲-جزئی اضافی: الأخص تحت الأعم (جو خاص عام کے نیچے ہو) جیسے زید (جو کہ خاص ہے) انسان (جو کہ عام ہے) کے نیچے ہے اور انسان (خاص ہے) جو کہ حیوان (عام ہے) کے تحت ہے۔

حقیقی اور اضافی میں نسبت

بعض لوگوں نے عموم وخصوص من وجہ بتائی ہے مگر اصح اور ارجح عموم خصوص مطلق ہے یعنی حقیقی خاص مطلق اور اضافی عام مطلق ہے، جیسے زید میں حقیقی واضافی دونوں ہے اور انسان میں (اس طرح حیوان، جسم نامی وغیرہ میں) صرف اضافی ہے۔

ملاحظہ: اس جزئی کی اقسام کو بعد میں ذکر اس وجہ سے کیا کہ مصنف نے بھی اس کی تعریف بعد میں کی تھی۔

مباحث معرف اور قول شارح

القول الشارح قول دال على ما هية الشئى وهو الذى يتركب عن جنس الشئى وفصله القريبين كالحيوان الناطق بالنسبة إلى الإ نسان وهو الحد التام والحد الناقص وهو الذى يتركب من جنسه البعيد وفصله القريب كالجسم الناطق بالنسبه إلى الإ نسان والرسم التام وهو الذى يتركب من الجنس القريب للشئى خاصّته اللازم كالحيوان الضاحک في تعريف الإ نسان والرسم الناقص ما يتركب عن عرضيات تختص جملتها بحقيقة واحدة كقولنا في تعريف الإنسان أنه ماش على قد ميه عريض الأظفار بادى البشرة المستقيم القامة ضاحک بالطبع.

ترجمہ: قول شارح کا بیان، حد وہ قول ہے جو کسی چیز کی حقیقت پر دلالت کرے، یہ کسی چیز کی جنس قریب اور فصل قریب سے مرکب ہوتا ہے جیسے انسان کی تعریف میں حیوان ناطق اور یہی حد تام ہے، حد ناقص کسی چیز کی جنس بعید اور فصل قریب سے مرکب ہوتی ہے جیسے ناطق انسان کی تعریف میں رسم تام کسی چیز کی جنس قریب اور اس کے خاصہ لازم سے مرکب ہوتی ہے جیسے حیوان ضاحک انسان کی تعریف میں اور رسم ناقص کسی چیز کے ایسے عوارض سے مرکب ہوتی ہے کہ جن کا مجموعہ ایک حقیقت کے ساتھ خاص ہوتا ہے، جیسے انسان کی تعریف میں ہمارا یہ قول کہ وہ اپنے قدموں پر چلنے والا، چوڑے ناخنوں والا، ظاہر کھال والا، سیدھی قامت والا اور طبعی اعتبار سے ضاحک ہے۔

قوله القول الشارح: اس کو معرف اور تعریف بھی کہتے ہیں، وجہ تسمیہ یہ ہے کہ قول بمعنی مرکب اور شارح بمعنی بیان کرنے والا، چونکہ یہ مرکب بھی کسی شئی کی ذاتیات اور عرضیات کی تشریح کرتا ہے، اس وجہ سے اس کو قول شارح کہتے ہیں،

اس کی دو تعریفیں کی جاتی ہیں:

(۱) **ما يلزم تصوره من تصوره** ، جس کے تصور سے معرف (بفتح الراء) کا علم

حاصل ہوجائے جیسے حیوان ناطق کے تصور سے انسان کا علم حاصل ہوجاتا ہے،

(۲) مایقال علی الشئی لافادۃ تصورہ، جو کسی چیز پر محمول ہو اس کے تصور کے فائدے کے لئے یعنی اس چیز کا علم حاصل ہوجائے، جیسے حیوان ناطق، انسان پر محمول ہے تاکہ اس کے ذریعہ سے انسان کا علم ہوجائے۔

ملاحظہ: قول شارح کی اقسام سمجھنے کا مدار تعریف لفظی حقیقی پر ہے، اس کے لئے کچھ تفصیل کی ضرورت ہے۔

تعریف کی اقسام

(۱) تعریف لفظی: ایک لفظ (شئی) پہلے سے معلوم ہو پھر صرف واضح لفظ سے غیر واضح لفظ کی تعریف کی جائے جیسے شیر کو سب جانتے ہیں مگر غضنفر کو کوئی نہیں جانتا، اب اگر اسد سے غضنفر کی تعریف کری تو سب کو معلوم ہوجائے گا کہ غضنفر اسد (شیر) ہے تو اسد سے غضنفر کی تعریف لفظی ہے۔

(۲) تعریف غیر لفظی: وہ تعریف جس کے ذریعہ نامعلوم چیز کو معلوم کیا جائے،

تعریف لفظی کی اقسام

(۱) اسمی: وہ تعریف جس کے ذریعے یہ بتانا مقصود ہو کہ فلاں چیز کے لئے یہ اسم موضوع ہے جیسے السعدانۃ نبت (اگنے والی گھاس) یہاں صرف یہ بتانا مقصود ہے کہ سعدانہ کا اسم اگنے والی چیز کے لئے موضوع ہے۔

(۲) حقیقی: وہ تعریف جس کے ذریعے واقع میں کسی چیز کے ذاتیات یا عرضیات کا بتلانا مقصود ہو، اب اگر ذاتیات کے ساتھ ہو تو "حد" اور اگر عرضیات کے ساتھ ہو تو "رسم" کہیں گے۔

لفظی حقیقی کی اقسام

۱- حد: جو تعریف ذاتیات کے ساتھ کی جائے۔

۲-رسم: جوتعریف صرف عرضیات یاذاتیات وعرضیات دونوں سے کی جائے۔

ان دونوں کی اقسام

۱-حد تام: جوتعریف جنس قریب اور فصل قریب سے مرکب ہو جیسے حیوان ناطق، انسان کا حد تام ہے(وھذا معنی قوله وھو الذی یترکب عن جنس الشئی وفصله القریبین)
۲-حد ناقص: جوتعریف جنس بعید اور فصل قریب یا صرف فصل قریب سے ہو جیسے جسم ناطق یا صرف ناطق، انسان کا حد ناقص ہے (وھذا معنی قوله والحد الناقص وھو الذی الخ)
۳-رسم تام: جوتعریف جنس قریب اور خاصہ سے مرکب ہو جیسے حیوان ضاحک، انسان کا رسم تام ہے (وھذا معنی قوله والرسم التام وھو الذی یترکب الخ)
۴-رسم ناقص: جوتعریف جنس بعید اور خاصہ یا صرف خاصہ سے ہو جیسے جسم ضاحک یا صرف ضاحک انسان کا رسم ناقص ہے(وھذا معنی قوله والرسم الناقص ما یترکب الخ)
ملاحظہ: جوصرف عرضیات سے مرکب ہیں......

......ان کی دو قسمیں ہیں

(۱) ہر ایک عرض الگ تو دوسری چیزوں میں پایا جائے لیکن مجموعہ صرف اسی میں پایا جائے جیسے خفاش (چمگادڑ) اس کی تعریف الطائر الولود (بچہ جننے والا پرندہ) ہے تو طائر اور ولود الگ الگ بہت ہیں مگر مجموعہ صرف خفاش میں پایا جاتا ہے۔

(۲) اس کا صرف آخری عرض یا ان کا مجموعہ اسی کے اندر پایا جائے جیسے انسان کی تعریف کی جائے عریض الاظفار (بڑے ناخن والا) بادی البشرۃ (ظاہر کھال والا) مستقیم القامۃ (سیدھے قد والا) أنه ماش علی قدمیه اورضاحک بالطبع (فطرتی ہنسنے والا) اس میں جانور بھی پائے جاتے ہیں لیکن طبعاً انسان میں ہیں۔

ملاحظہ: عریض الأظفار میں گھوڑے گدھے، بادی البشرۃ میں سانپ، مستقیم القامه میں درخت، أنه ماش علی قدمیه میں مرغی وغیرہ سب آتے ہیں مگر ان سب کا مجموعہ

صرف انسان کے ساتھ خاص ہے اور ضاحک بالطبع صرف انسان کے ساتھ خاص ہے کہ ہنسنے والا صرف انسان ہوتا ہے،

اقسام حقیقی کی وجہ تسمیہ

۱- حد تام: حد بمعنی روکنا، تام بمعنی پورا، لہذا یہ تعریف ایسی ہے جو اپنے افراد کو جامع ہوتی ہے اور غیر کے دخول سے مانع ہوتی ہے۔

۲- حد ناقص: حد بمعنی روکنا، ناقص بمعنی کم ہونا، لہذا یہ ایسی تعریف ہے جو تمام ذاتیات نہیں ہوتی گویا ناقص ہوتی ہے۔

۳- رسم تام: رسم بمعنی اثر الشئ چیز کا اثر، رسم اس وجہ سے کہتے ہیں کہ اس کی تعریف خاصہ سے ہوتی ہے اور کسی چیز کا خاصہ اس کا اثر ہوتا ہے، تام اس لئے کہتے ہیں کہ یہ حد تام کے ساتھ جنس قریب کے اندر مشابہ ہے۔

۴- رسم ناقص: رسم تعریفه کما مر ، ناقص اس وجہ سے کہتے ہیں کہ حد تام کے ساتھ جنس اور فصل (قریب) سے مشابہ نہیں۔

تعریف کے لئے تین شرائط

شرط اول: تعریف اپنے معرف سے اجلاء ہو، اس لئے کہ تعریف ایسی چیز کے ساتھ نہیں ہوتی جو معرف سے اخفاء ہو یا برابر ہو، جیسا کہ انسان کی تعریف انسان سے۔

شرط ثانی: تعریف، معرف کے ساتھ افراد میں برابر ہو یعنی نسبت مساوی کی ہو، اس لئے تعریف اخص، اعم مباین کے ساتھ نہیں ہوسکتی، جیسے حیوان کی تعریف انسان کے ساتھ کی جائے یا انسان کی تعریف حیوان کے ساتھ کی جائے یا انسان کی تعریف فرس کے ساتھ کی جائے۔

شرط ثالث: تعریف اپنے افراد کو جامع اور مانع ہو یعنی معرف (بالفتح) کے تمام افراد پر صادق ہو جیسے اسم کی تعریف تمام اسماء پر صادق ہے۔

جامع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ " کل ما صدق علیه المعرَّف صدق علیه

المعرِّف.

ترجمہ: جس پر معرف صادق ہو، اس پر معرف (تعریف) صادق ہو۔

مانع ہونے کا مطلب یہ ہے کہ کل مالم یصدق علیه المعرَّف لم یصدق علیه المعرِّف.

تم بحث التصورات بحمد الله سبحانه وتعالیٰ عز وجل

پہلی بار استاذ مرحوم حضرت علامہ شہید نور اللہ مرقدہ کی حیات میں بروز ہفتہ ۲۷ ربیع الاول ۱۴۱۸ھ مطابق ۲ اگست ۱۹۹۷ء کو یہاں تک لکھا تھا اور پھر مکمل ۳ ماہ بعد ارجب بمطابق ۲ نومبر کو آپ کا وصال ہوگیا، آج اس کی تصحیح وترتیب کے بعد بروز منگل ۱۴ جمادی الاخریٰ ۱۴۱۹ھ مطابق ۱۶ اکتوبر ۱۹۹۸ء کو اللہ رب العزت کے فضل وکرم سے ختم ہوا۔

مباحث تصورات ایک نظر میں

مباحث دلالت: لفظ، دلالت، دال، مدلول، دلالت لفظی، دلالت غیر لفظی، لفظی وضعی، لفظی طبعی، لفظی عقلی، غیر لفظی وضعی، غیر لفظی طبعی، غیر لفظی عقلی، مطابقی، تضمنی، التزامی، لازم ماھیت، لازم وجود خارجی، لازم وجود ذہنی، لازم بین بالمعنی الاخص، لازم غیر بین بالمعنی الاخص، لازم بین بالمعنی الاعم، لازم غیر بین بالمعنی الاعم۔

مباحث مفرد و مرکب: مفرد، مرکب، اداۃ، کلمہ، اسم۔

مباحث کلی جزئی: کلی، جزئی، متحد المعنی، متعدد المعنی، جزئی، کلی متواطی، کلی مشکک، تفاوت اولیت وثانویت، تفاوت اولویت وغیر اولویت، تفاوت اشدیت واضعفیت، تفاوت ازدیت وانقصیت، مشترک، منقول، مرتجل، منقول شرعی، منقول عرفی، منقول اصطلاحی، حقیقت، مجاز، مجاز لغوی، مجاز عقلی، مجاز استعارہ، مجاز مرسل، استعارہ بالکنایہ، استعارہ تصریحیہ، استعارہ تخییلیہ، استعارہ ترشیحیہ، کلی ذاتی، کلی عرضی۔

مباحث کلیات خمسہ: وجہ حصر (بطرز علامہ شہیدؒ) وجہ حصر (بطرز مصنفؒ) اصطلاح ماہو کا بیان، اصطلاح ای شئی کا بیان، جنس، نوع، جنس قریب، جنس بعید، جنس عالی، جنس متوسط، جنس سافل، جنس مفرد۔

مقولات عشر کا بیان: جوہر، عرض، کم، متصل، منفصل، قار الذات، غیر قار الذات، کیف، اضافت، این، ملک، فعل، انفعال، متی، وضع، نوع، حقیقی، نوع اضافی، نوع عالی، نوع متوسط، نوع سافل، نوع مفرد، فصل، قریب بعید، عرض لازم، عرض مفارق، دائم، سریع الزوال، بطئ الزوال خاصہ، عرض عام، کلی منطقی، کلی طبعی، کلی عقلی، جزئی حقیقی، جزئی اضافی۔

مباحث معرف اور قول شارح: قول شارح، تعریف لفظی، تعریف غیر لفظی، اسمی، حقیقی، حد، رسم، حد تام، حد ناقص، رسم تام، رسم ناقص۔

تعریف کے لئے شرائط: شرط اول، شرط ثانی، شرط ثالث۔

کل مباحث: ۵ اور کل اصطلاحات: ۱۱۸۔

تمت بالخير والحمد لله أولا وآخرا وصلى الله على النبي العربي الأمي وسلم.

بحث التصدیقات

منطق کا مقصود تصدیقات میں حجت ہے لیکن جس طرح بقیہ علوم والے علم میں بصارت کے لئے اپنی کتابوں کے شروع میں تعریف، غرض اور موضوع وغیرہ بیان کرتے ہیں اس طرح منطقین حضرات بھی حجت سے پہلے قضایا، اقسام قضایا (حملیہ اور شرطیہ اوران کی اقسام) اور احکام قضایا (تناقض اور عکس) کو مبادی کے طور پر لاتے ہیں تا کہ افادہ واستفادہ میں مدد دے اور پھر حجت کو بیان کرتے ہیں اور پھر قیاس کو لاتے ہیں کہ یہ استقراء اور تمثیل سے زیادہ یقینی ہے اور زیادہ استعمال ہوتا ہے پھر استقراء اور پھر تمثیل کو لاتے ہیں۔

مباحث قضایا

هذا بحث التصديقات، القضايا، القضية هي قول يصح أن يقال لقائله أنه صادق فيه أو كاذب وهي إما حملية كقولنا زيد كاتب وإما شرطية متصلة كقولنا إن كانت الشمس طالعة فالنهار موجود وإما شرطية منفصلة كقولنا العدد إما أن يكون زوجا أوفردا ، فالجزء الأول من الحملية يسمى موضوعا والثاني محمولا والجزء الأول من الشرطية يسمى مقدما والثاني تاليا، والقضية إما موجبة كقولنا زيد كاتب وإما سالبة كقولنا زيد ليس بكاتب وكل واحد منهما إما مخصوصة كما ذكرنا وإما كلية مسورة كقولنا كل إنسان كاتب ولا شئ من الإنسان بكاتب وإما جزئية مسورة كقولنا بعض الإنسان كاتب وإما مهملة كقولنا الإنسان كاتب.

ترجمہ: یہ تصدیقات کی بحث ہے، جس میں قضایا کا بیان ہے، قضیہ وہ قول ہے جس کے کہنے والے کو اس میں سچا یا جھوٹا کہہ سکیں (اس کی متعدد قسمیں ہیں جو یہ ہیں کہ) وہ یا تو حملیہ ہو گا جیسے ہمارا قول ''زید کاتب ہے'' اور یا شرطیہ متصلہ ہوگا جیسے ہمارا قول ''اگر سورج طلوع ہوگا تو دن موجود ہوگا'' اور یا شرطیہ منفصلہ ہوگا جیسے ہمارا قول ''عدد یا تو جفت ہوگا یا طاق'' قضیہ حملیہ کے پہلے جزء کا نام موضوع اور دوسرے جزء کا نام محمول رکھا جاتا ہے اور قضیہ شرطیہ کے پہلے جزء کا نام مقدم اور دورے کا نام تالی رکھا جاتا ہے، قضیہ یا تو موجبہ ہوگا جیسے ہمارا قول ''زید کاتب ہے'' اور یا سالبہ ہوگا جیسے ہمارا قول ''زید کاتب نہیں ہے'' ان دونوں میں سے ہر ایک یا تو مخصوصہ ہوگا جیسا کہ ہمارا ذکر کردہ قضیہ یا کلیہ محصورہ ہوگا جیسے ہمارا قول ''ہر انسان کاتب ہے'' اور ''کوئی انسان کاتب نہیں ہے'' اور یا مہملۃ ہوگا جیسے ہمارا قول ''انسان کاتب ہے''۔

قوله القضايا: مصنف علیہ الرحمۃ کا قضایا فرمانا یہ اشارہ کرنا ہے اس بات کی طرف کہ یہاں سے اب تصدیقات کی بحث کی شروع ہوگئی ہے کیونکہ تصدیقات میں بحث قیاس سے ہوتی ہے

اور قیاس دوقضیوں سے مل کر بنتا ہے، لہذا پہلے قضایا کی بحث کو بیان کررہے ہیں۔
قوله القضیه هی قول الخ: مصنفؒ قضیہ کی تعریف کررہے ہیں (لیکن)......

......اس کی دو تعریفیں کی گئی ہیں:

۱-ایسا مرکب جس کے کہنے والے کو سچا یا جھوٹا کہہ سکیں (کماذکرہ المصنفؒ)
۲-**ما یحتمل الصدق والکذب**، جس کے اندر سچ اور جھوٹ (دونوں) کا احتمال ہو

دوسری تعریف پر ایک اشکال اور اس کا جواب

اشکال: بعض مرکب صرف سچے ہوتے ہیں جیسے محمد رسول اللہ ﷺ اور بعض صرف جھوٹے ہوتے ہیں جیسے **السماء تحتنا والارض فوقنا**.

جواب: اس کے دو جواب دیئے گئے ہیں:

۱-''واؤ'' بمعنی ''اَوْ'' کے ہے، یعنی جس کے اندر سچ یا جھوٹ کا احتمال ہو۔
لیکن کہا جاتا ہے یہ صحیح نہیں اس لئے کہ یہاں ''احتمال'' کا لفظ مستعمل ہے اور ''احتمال'' کا لفظ طرفین کو چاہتا ہے یعنی جہاں بات دوطرفہ ہو، وہاں ''احتمال'' کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے لہذا ''واؤ'' بمعنی ''اَوْ'' کے نہیں ہوسکتا۔

۲-صحیح جواب یہ ہے کہ یہ جو قضیہ کی تعریف کی جاتی ہے ''جس میں سچ اور جھوٹ کا احتمال ہو'' اس سے ''نفس معنی'' مراد ہے یعنی ہم محض مفہوم کا تصور کریں باقی خصوصیات سے قطع نظر (خصوصیت واقع سے قطع نظر، خصوصیت طرفین سے قطع نظر، خصوصیت متکلم سے قطع نظر) تو اگر ان سے قطع نظر ہو تو مفہوم کا اگر تصور کیا جائے تو دو احتمال ہوں گے۔ ''فافہم''۔

قضیہ کی اقسام

قوله إما حملية: وہ قضیہ جو دو مفردوں سے مل کر بنے اور اس میں ایک چیز کا دوسری چیز کے لئے ثبوت کا حکم ہو یا ایک چیز کا دوسری چیز کے لئے نفی کا حکم ہو، پہلے کو موجبہ اور دوسرے کو سالبہ

کہتے ہیں، موجبہ کی مثال ''زید قائم'' سالبہ کی مثال ''زید لیس بقائم''

قولہ اما شرطیة: وہ قضیہ جو دو قضیوں سے مل کر بنے، اس میں ثبوت الشئی لشئی یا نفی الشئی عن الشئی کا حکم نہ ہو جیسے إن کانت الشمس طالعة فالنھار موجود .

اس میں ایک قضیہ ''الشمس طالعة'' اور دوسرا '' النھار موجود'' ہے۔

ان کی ایک اور تعریف

۱- قضیہ حملیہ :ما انحلت الیٰ مفردین یعنی جو دو مفردوں کی طرف کھلے۔

۲- قضیہ شرطیہ :ما انحلت الیٰ قضیتین یعنی جو دو قضیوں کی طرف کھلے۔

ان دونوں تعریفوں کو غلط قرار دیا گیا ہے، اس لئے کہ ان پر اشکال پیدا ہوتا ہے۔

سوال :زید قائم نقیضه ، زید لیس بقائم یہ قضیہ شرطیہ نہیں حالانکہ دو قضیوں کی طرف کھلتا ہے کیوں؟

جواب: یہ مفرد کی تاویل میں ہے یعنی اصل عبارت گویا یوں ہے ھذا نقیض ذلک لیکن اس کا بھی جواب دیا گیا کہ یہ تاویل تو شرطیہ کے اندر بھی ہو سکتی ہے یعنی وہ بھی مفرد کی تاویل میں ہو سکتا ہے جیسے إن کانت الشمس طالعة فالنھار موجود، اس کی عبارت یہ نکال دی ھذا ملزوم ذلک یہ دو قضیے بھی مفرد کی تاویل میں ہو گئے، اسی وجہ سے کہا کہ یہ تعریف غلط ہے۔

قضیہ حملیہ کی بحث

اس کی اقسام کو سمجھنے سے پہلے چند چیزوں کا جاننا ضروری ہے، قضیہ حملیہ کے پہلے جزء کو موضوع اور دوسرے جز کو محمول کہتے ہیں اور ان کے درمیان جو نسبت ہے، اس پر جو لفظ دلالت کرے وہ رابطہ کہلاتا ہے جیسے زید قائم میں ''زید'' موضوع '' قائم'' محمول اور رابطہ محذوف ہے اور وہ ''ھو'' ہے، وھذا ھو المراد بقوله فالجزء الأول من الحملية الخ .

وجہ تسمیہ

موضوع: بمعنی رکھا ہوا اور چونکہ یہ اپنی جگہ پر رکھا ہوتا ہے تاکہ اس پر محمول کا حکم ہو،

محمول: بمعنی لادا ہوا اور چونکہ یہ موضوع پر لادا جاتا ہے،
رابطہ: اس کو نسبت حکمیہ بھی کہتے ہیں، یہ موضوع ومحمول میں ربط پیدا کردیتا ہے، اگر موضوع ومحمول کے ساتھ رابطہ مذکور ہوتو اس کو ثلاثیہ کہتے ہیں اور اگر نہ ہوتو ثنائیہ کہتے ہیں (یعنی محذوف ہو)

وجہ حصر

دیکھا جائے گا کہ قضیہ حملیہ کا موضوع جزئی ہے یا کلی، اگر جزئی ہے تو وہ شخصیہ ہے اور اگر کلی ہے تو دیکھا جائے گا کہ حکم مفہوم پر ہے یا افراد پر، اگر مفہوم پر ہے تو طبعیہ ہے اور اگر افراد پر ہے تو دیکھا جائے گا کہ مقدار کو بیان کیا ہے یا نہیں، اگر کیا ہے تو محصورہ ورنہ مہملہ ہے۔

قضیہ حملیہ کی اقسام

۱۔شخصیہ: قضیہ حملیہ کا موضوع جزئی ہو جیسے زید قائم اس میں موضوع زید ہے ویقال لهذا مخصوصة ایضاً.

۲۔طبعیہ: قضیہ حملیہ کا موضوع کلی ہو اور حکم (افراد پر نہ ہو بلکہ) مفہوم اور ماہیت پر ہو جیسے الإ نسان نوع، نوع مفہوم ہے۔

۳۔محصورہ: قضیہ حملیہ کا موضوع کلی ہو اور حکم افراد پر ہو اور اس میں افراد کی تعداد کو بیان کیا گیا ہو جیسے کل انسان حیوان، کل کا لفظ تعداد پر دلالت کررہا ہے یقال لهذا مسورة ایضاً.

۴۔مهملة: قضیہ حملیہ کا موضوع کلی ہو اور حکم افراد پر ہو اور تعداد کو بیان نہ کیا گیا ہو جیسے الا نسان حیوان ، وهذا هو المراد بقوله والقضیه إما موجبة الخ ولكن ما ذكر الطبعية.

وجہ تسمیہ

۱۔شخصیہ: بمعنی شخص والی، یاء نسبت کی ہے چونکہ حکم معین شخص پر ہوتا ہے، اس وجہ سے شخصیہ کہتے ہیں۔

۲-طبعیہ: بمعنی طبعیت والی، یاءنسبت کی ہے چونکہ اس میں حکم ماھیت وطبعیت پر ہوتا ہے۔
۳-محصورہ: بمعنی گھیرا ہوا، یہ موضوع کے تمام افراد پر حکم کرتا ہے گویا افراد کو گھیرا ہوا ہوتا ہے۔
مسورہ: بمعنی احاطہ کیا ہوا، یہ بھی افراد کی مقدار کو بیان کرتا ہے گویا احاطہ کیا ہوا ہے۔
۴-مہملہ: بمعنی چھوڑا ہوا، اس میں بھی افراد کی مقدار کو چھوڑا جاتا ہے۔

قضیہ حملیہ محصورہ کی اقسام

۱-موجبہ کلیہ: جس قضیہ میں حکم تمام افراد پر ہو جیسے کل إنسان حیوان.
۲-موجبہ جزئیہ: جس قضیہ میں حکم بعض افراد پر ہو جیسے بعض الحیوان انسان.
۳-سالبہ کلیہ: جس قضیہ میں حکم تمام افراد سے سلب کیا گیا ہو جیسے لاشی من الإنسان بحجر.
۴-سالبہ جزئیہ: جس قضیہ میں حکم بعض افراد سے سلب کیا گیا ہو جیسے بعض الحیوان لیس بإنسان.

ملاحظہ: جو چیز افراد کی مقدار "کلیت" اور "بعضیت" بیان کرے وہ "سور" کہلاتا ہے وھو ماخوذ من سور البلد.
۱-سور الموجبۃ الکلیۃ: کل اور لام استغراقی جیسے کل إنسان حیوان، الحمد لله .
۲-سور الموجبۃ الجزئیۃ: بعض اور واحد ہے جیسے بعض الحیون إنسان، واحد من الجسم جماد.
۳-سور السالبۃ الکلیۃ: لاشئ اور لا واحد اور نکرہ تحت النفی واقع ہو جیسے لا شی من الغراب بأبیض، لا واحد من النار ببارد ، ما من ماء إلا وھو رطب(ومثالہ الثانی ما أحد خیر منک).
۴-سور السالبہ الجزئیۃ: لیس بعض، بعض لیس اور لیس کل ہے جیسے لیس بعض الحیوان بحمار، بعض الفواکہ لیس بحلو، لیس کل الحیوان إنسان .
ملاحظہ: منطقیوں کی عادت ہے کہ وہ موضوع کو "ج" سے اور محمول کو "ب" سے تعبیر کرتے

ہیں، پس جب موجبہ کلیہ کہنا چاہتے تو کہتے ہیں "کل ج ب" اور مقصود اس طرح کرنے کی وجہ اختصار کا قصد کرنا اور انحصار کا وہم دور کرنا ہوتا ہے، وہم یہ کہ اگر بار بار موجبہ کلیہ کی مثال "کل إنسان حیوان" دیں تو مخاطب سمجھے گا کہ موجبہ کلیہ کی صرف یہی مثال ہے اور کوئی نہیں ہے، تو اس وہم کو دور کرنے کے لئے اس طرح کہتے ہیں، فتامل۔

ملاحظہ: حمل منطقیوں کی اصطلاح میں کہتے ہیں کہ **إتحاد المتغائرین فی المفهوم بحسب الوجود (افهم أولا التعریف ثم الترجمة) أی" فی المفهوم" متعلق "بالمتغائرین" و"بحسب الوجود" متعلق "باتحاد".**

ترجمہ: مفہوم میں متغایر (مختلف) ہونا اور وجود میں اتحاد ہونا (مثلاً زید کاتب، تو زید، کاتب سے مفہوم میں مغائر ہے یعنی زید کا مفہوم جزئی ہے اور کاتب کا مفہوم کلی ہے لیکن یہ دونوں میں متحد ہیں یعنی ایک انسان میں جو کہ زید بھی ہے، کاتب بھی ہے)۔

حمل کی اقسام

۱-**حمل بالاشتقاق**: وہ حمل جو "فی" "ذو" یا "لام" کے واسطہ سے ہو، جیسے **زید فی الدار، خالد ذو مال، المال لزید.**

۲-**حمل بالمواطاۃ**: وہ حمل جو بغیر واسطہ کے ہو جیسے **زید طبیب وعمرو خطیب.**

قضیہ کی باعتبار موضوع کے اقسام

۱-**خارجیہ**: موضوع خارج میں موجود ہو جیسے **زید قائم.**

۲-**ذھنیہ**: موضوع ذہن مین موجود ہو جیسے **الإنسان کلی.**

۳-**حقیقیہ**: موضوع موجود ہے مگر اس سے قطع نظر کہ خارج میں ہے یا ذہن میں جیسے **الأربعة زوج.**

۴-**فرضیہ**: موضوع نہ خارج میں موجود ہے، نہ ذہن میں بلکہ اس کا وجود فرضی ہے جیسے **العنقاء کلی.**

قضیہ کی باعتبار عدول وتحصیل کے اقسام

۱- **معدولۃ**: حرف سلب موضوع یا محمول یا دونوں کا جزء ہو، اگر موضوع کا جز ہے تو معدولۃ الموضوع ہے جیسے **اللاحی جماد** اور اگر محمول کا جز ہے تو معدولۃ المحمول ہے جیسے **الجماد لا حی** اور اگر دونوں کا ہے تو معدولۃ الطرفین ہے جیسے **اللاحی لا حیوان**.

۲- **محصلہ**: حرف سلب نہ موضوع کا جز ہو، نہ محمول کا ہو، نہ دونوں کا۔

وجہ تسمیہ

معدولۃ: حرف سلب کی اصل وضع نسبت کے سلب کے لئے ہے، جب اس سے موضوع یا محمول کا سلب کیا گیا تو یہ اپنے معنی موضوع لہ سے ہٹ گیا تو یہ اپنے معنی سے معدول ہو گیا، لیکن چونکہ وہ موضوع کا جز ہے اور موضوع قضیہ کا جز ہے تو قضیہ کو معدولۃ کہا۔

محصلہ: اس میں اثبات ہوتا ہے گویا معنی حاصل ہوتا ہے، اس وجہ سے محصلہ کہا۔

مباحث قضایا موجہات(۱)

ملاحظہ: جاننا چاہئے کہ واقع کے اندر موضوع ومحمول کے درمیان جو نسبت ہوتی ہے، وہ تین کیفیات میں سے کسی ایک سے ضرور متصف ہوگی یا وہ نسبت ضروری ہوگی یا دائمی ہوگی یا ممکن ہوگی۔

مادہ: جس کیفیت سے نسبت واقع (خارج) میں متصف ہو یا اس نسبت کو جو کیفیت (خارج میں) لگتی ہو۔

جہت: اس مادہ کو قضیہ میں جس لفظ سے تعبیر کیا جائے وہ لفظ جہت کہلاتا ہے۔

موجہہ: جس قضیہ میں جہت ہو، اس کو موجہہ کہتے ہیں۔

---

(۱) یہ بحث حضرت علامہ شہید نور اللہ مرقدہ نے مرقات میں پڑھائی تھی اور یہ بحث مرقات ہی سے متعلق ہے مگر بطور افادہ کے اس کو لکھا جا رہا ہے ورنہ اس کا تعلق ایساغوجی سے نہیں۔

جہت کی اقسام

جہت کل چار ہیں:

۱-ضرورت: اس کی تین قسمیں ہیں، ذاتی، وصفی، وقتی...... پھر وقتی کی دو قسمیں ہیں متعین، غیر متعین۔

ضرورت کی جہت سے کل چار قضیے نکلتے ہیں، ضرورت ذاتی سے ضروریہ مطلقہ، ضرورت وصفی سے مشروطہ عامہ، ضرورت وقتی معین سے وقتیہ مطلقہ، ضرورت غیر معین سے منتشر مطلقہ نکلتا ہے۔

ضرورت کا مطلب یہ ہے کہ موضوع کا محمول سے انفکاک محال ہو یعنی ثبوت ضروری ہو،

۲-دوام: اس کی دو قسمیں ہیں، ذاتی، وصفی۔

دوام ذاتی سے دائمہ مطلقہ اور دوام وصفی سے عرفیہ عامہ نکلتا ہے، دوام کا مطلب یہ ہے کہ موضوع کا محمول کے لئے ثبوت دائمی ہو۔

۳-فعلیت: اس کی جہت سے ایک قضیہ نکلتا ہے اور وہ مطلقہ عامہ۔

فعلیت کا مطلب یہ ہے کہ محمول، موضوع کے لئے تین زمانوں میں سے کسی میں ثابت ہو۔

۴-امکان: اس کی جہت سے ایک قضیہ نکلتا ہے اور وہ ہے ممکنہ عامہ۔

موضوع کی جانب میں تین چیزیں ہوتی ہیں:

۱-ذات موضوع: وہ شئی خارجی جس پر موضوع صادق آئے جیسے کل انسان حیوان اب ذات موضوع زید عمرو بکرو وغیرہ ہیں اور موضوع یعنی انسان اس پر صادق آرہا ہے۔

۲-وصف عنوان للموضوع: ذات موضوع جس لفظ سے متصف ہو یا ذات موضوع کو جس لفظ سے تعبیر کیا جائے جیسے انسان۔

۳-عقد وضعی: ذات موضوع کا وصف عنوان للموضوع کے ساتھ متصف ہونا جیسے زید وغیرہ کا

اِنسان سے متصف ہونا۔

محمول کی جانب میں تین چیزیں ہوتی ہیں:

۱-ذات محمول: وہ شئی خارجی جس پر محمول صادق آئے۔

۲-وصف عنوان للمحمول: ذات محمول کو جس لفظ سے تعبیر کیا جائے۔

۳-عقد حملی: ذات موضوع کا وصف عنوان للمحمول سے متصف ہونا۔

ملاحظہ: قضیہ موجہہ کو رباعیہ بھی کہتے ہیں کیونکہ اس میں چار جز ہوجاتے ہیں، موضوع محمول، نسبت، جہت۔

موجہات پندرہ ہیں، آٹھ بسیطہ سات مرکبہ۔

۱-بسیطہ: جو ایک نسبت پر مشتمل ہو۔

۲-مرکبہ: جو دو نسبتوں پر مشتمل ہو۔

ملاحظہ: مذکورہ بالا تمہید کے یاد ہونے پر تمام موجہات کا سمجھنا آسان ہے، لہذا پہلے اس کو اچھی طرح ذہن نشین کرلیا جائے۔

بحث قضایا موجہات بسائط

۱-ضروریہ مطلقۃ: ایسا قضیہ جس میں محمول کا موضوع کے لئے ثبوت یا نفی ضروری ہو، جب تک ذات موضوع موجود ہے، موجبہ کی مثال کل إنسان حیوان بالضرورۃ (ہر انسان کا حیوان ہونا ضروری ہے) سالبہ کی مثال لا شی من الإ نسان بحجر بالضرورۃ (انسان کا پتھر نہ ہونا ضروری ہے)۔

۲-دائمہ مطلقہ: ایسا قضیہ جس میں محمول کا موضوع کے لئے ثبوت یا نفی (کا حکم) دائمی ہو، جب تک ذات موضوع موجود ہے، موجبہ کی مثال کل إنسان حیوان بالدوام، سالبہ کی مثال لا شئی من الا نسان بحجر بالدوام .

۳-مشروطہ عامہ: ایسا قضیہ جس میں محمول کا موضوع کے لئے ثبوت یا نفی (کا حکم) ضروری

ہو، جب تک ذات موضوع وصف عنوانی کے ساتھ متصف ہے، موجبہ کی مثال **کل کاتب متحرک الأصابع بالضرورة مادام کاتباً**، سالبہ کی مثال **لاشی من الکاتب بساکن الأصابع بالضرورة ما دام کاتباً**.

۴-عرفیہ عامہ: ایسا قضیہ جس میں محمول کا موضوع کے لئے ثبوت یا نفی (کا حکم) دائمی ہو، جب تک ذات موضوع وصف عنوانی کے ساتھ متصف ہے، موجبہ کی مثال، **کل کاتب متحرک الأصابع بالدوام مادام کاتبا**، سالبہ کی مثال **لا شی من الکاتب بساکن الأصابع بالدوام مادام کاتبا**.

ملاحظہ: جان لو کہ ضروریہ مطلقہ اور دائمہ مطلقہ کی مثال کے درمیان فرق صرف ''بالضرورة'' اور ''بالدوام'' لگانے کا ہے، اسی طرح مشروطہ عامہ اور عرفیہ عامہ کی مثال کے درمیان فرق صرف یہی ہے **وکذافی التعریفات**.

۵-وقتیہ مطلقہ: ایسا قضیہ جس میں محمول کا موضوع کے لئے ثبوت یا نفی (کا حکم) ضروری ہو کسی معین وقت میں، موجبہ کی مثال، **کل قمر منخسف بالضرورة وقت حیلولة الأرض بینه وبین الشمس**. سالبہ کی مثال: **لا شی من القمر بمنخسف بالضرورة وقت التربیع**۔

۶-منتشرہ مطلقہ: ایسا قضیہ جس میں محمول کا موضوع کے لئے ثبوت یا نفی (کا حکم) ضروری ہو کسی غیر معین وقت میں موجبہ کی مثال، **کل حیوان متنفس بالضرورة وقتاما**، سالبہ کی مثال، **لا شی من الحیوان بمتنفس بالضرورة وقتاما**.

۷-مطلقہ عامہ: ایسا قضیہ جس میں محمول کا موضوع کے لئے ثبوت یا نفی کا حکم کیا جائے تین زمانوں میں سے کسی ایک زمانہ میں، موجبہ کی مثال، **کل إنسان ضاحک بالفعل** سالبہ کی مثال، **لاشیٔ من الإنسان بضاحک بالفعل**.

۸-ممکنہ عامہ: ایسا قضیہ جس میں اس بات کا حکم ہو کہ جانب مخالف سے ضرورت مسلوب ہے یعنی اگر قضیہ موجبہ ہے تو یہ حکم کیا جائے کہ سلب ضروری نہیں اور اگر قضیہ سالبہ ہے تو یہ حکم کیا جائے کہ ایجاب ضروری نہیں، موجبہ کی مثال، **کل نار حارة بالإمکان العام**. سالبہ کی

مثال:لا شئ من النار ببار د بالإ مکان العام .

احفظ ھذہ البسائط لأن المر کبات مو قوفة علیھا .

بحث قضایا موجہات مرکبات

ملاحظہ: قضیہ موجہہ بسیطہ میں اگرلاضرورۃ ذاتی یالا دوام ذاتی کی قید لگائی جائے تو قضیہ موجہہ مرکبہ بن جاتا ہے۔

لاضرورۃ کے لفظ سے ممکنہ عامہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے جیسے **کل حیوان ماش بالفعل لا بالضرورۃ** گویا دوسرا قضیہ یہ ہے **لا شئی من الحیوان بماش "بالإ مکان العام"** اور لا دوام کے لفظ سے مطلقہ عامہ کی طرف اشارہ ہوتا ہے جیسے **کل إنسان متعجب بالفعل لا دائما** گویا دوسرا قضیہ یہ ہے کہ **لاشئی من الإ نسان بمتعجب بالفعل**، دوسرا جو قضیہ نکلے گا وہ کمیت (کلیت جزئیت) میں موافق ہوگا یعنی پہلا کلیہ تو دوسرا بھی کلیہ اور پہلا جزئیہ تو دوسرا بھی جزئیہ اور کیف (ایجاد وسلب) میں مخالف ہوگا، اگر پہلا موجبہ تو دوسرا سالبہ اور پہلا سالبہ تو دوسرا موجبہ۔

لاضرورۃ کے ساتھ ایک قضیہ نکلتا ہے یعنی وجودیہ لاضروریۃ......لا دوام کے ساتھ پانچ قضیے نکلتے ہیں یعنی مشروطہ خاصہ، عرفیہ خاصہ، وجودیہ لا دائمہ، وقتیہ، منتشرہ......ساتواں قضیہ ممکنہ خاصہ ہے۔

تعریفات

۱-مشروطہ خاصہ : ایسا مشروطہ عامہ جو لادوام ذاتی کے ساتھ مقید ہو جیسے موجبہ کی مثال **بالضرورۃ کل کاتب متحرک الأ صابع مادام کاتبا لا دائما أی لا شئی من الکاتب بمتحرک الاصابع بالفعل** ، سالبہ کی مثال **بالضرورۃ لا شئی من الکاتب بساکن الا صابع مادام کاتبالا دائما أی کل کاتب ساکن الأصابع بالفعل.**

۲-عرفیہ خاصہ: ایسا عرفیہ عامہ جولا دوام ذاتی کے ساتھ مقید ہو جیسے موجبہ کی مثال **بالدوام**

کل کاتب متحرک الا صابع مادام کاتبا لا دائما ای لا شئی من الکاتب بمتحرک الا صابع بالفعل، سالبہ کی مثال **بالدوام، لا شئی من الکاتب بساکن الا صابعمادام کاتبالا دائما ای کال کاتب ساکن الاصابع بالفعل .**

۳-وقتیہ: ایساوقتیہ مطلقہ جولا دوام ذاتی کے ساتھ مقید ہو جیسے موجبہ کی مثال **بالضرورۃ کل قمر منخسف وقت حیلولۃ الأرض بینه وبین الشمس لا دائما أی لاشئ من القمر بمنخسف بالفعل ،** سالبہ کی مثال: **بالضرورۃ لا شئ من القمر بمنخسف وقت التربیع لا د ائما أی کل قمر منخسف بالفعل .**

۴-منتشرہ: ایسا منتشرہ مطلقہ جولا دوام ذاتی کے ساتھ مقید ہو جیسے موجبہ کی مثال **بالضرورۃ کل إنسان متنفس فی وقت مالا دائما أی لا شئی من الإ نسان بمتنفس بالفعل** سالبہ کی مثال : **بالضرورۃ لا شئی من الا نسان بمتنفس فی وقت مالا دائما ای کل إنسان متنفس بالفعل.**

۵-وجودیہ لاضروریہ: ایسا مطلقہ عامہ جولاضرورۃ ذاتی کے ساتھ مقید ہو جیسے موجبہ کی مثال **کل إنسان ضاحک بالفعل لا بالضرورۃ أی لا شئ من الإ نسان بضاحک بالإ مکان العام ،** سالبہ کی مثال: **لا شئ من الإ نسان بضاحک بالفعل لا بالضرورۃ أی کل إنسان ضاحک بالإ مکان العام .**

۶- وجودیہ لا دائمہ: ایسا مطلقہ عامہ جولا دوام ذاتی کے ساتھ مقید ہو جیسے موجبہ کی مثال **کل إنسان ضاحک بالفعل لا دائما أی لا شئ من الإ نسان بضاحک بالفعل ،** سالبہ کی مثال: **لا شئ من الإ نسان بضاحک لا دائما ای کل إنسان ضاحک بالفعل.**

۷-ممکنہ خاصہ: ایسا قضیہ جس میں دونوں جانبوں (وجود عدم) سے اس کے ارتفاع (اٹھانے) کا حکم ہو جیسے موجبہ کی مثال **کل إنسان کاتببالا مکان الخاص** سالبہ کی مثال **لا شئی من الا نسان بکاتب بالا مکان الخاص.**

وقد انتهت الموجهات با قسا مها بحمد الله سبحانه وتعالیٰ.

قضیہ شرطیہ کی بحث

قوله وأما شرطيه الخ: اس کی تعریف تو گذر چکی ہے، پہلے مصنف علیہ الرحمۃ نے قضیہ حملیہ کی بحث کو بیان کیا تھا اب آگے شرطیہ کی بحث کو بیان فرمارہے ہیں۔

المتصلة إما لزومية كقولنا إن كانت الشمس طالعة فالنهار موجود وإما إتفاقية كقولنا إن كان الإ نسان ناطقا فالحمار ناهق والمنفصلة إما حقيقة كقولناالعدد إمازوج أو فرد وهو مانعة الجمع والخلو معاً وإما مانعة الجمع فقط كقولنا إما أن يكون هذا الشئ حجراً أو شجراً وإما مانعة الخلو فقط كقولنا إما أن يكون زيد في البحر وإما أن لا يغرق وقد يكون المنفصلات ذات أجزاء كقولنا هذا العدد إما زائد أوناقص اومساو.

ترجمہ: قضیہ متصلہ یا تو لزومیہ ہوگا جیسے ہمارا قول ''اگر سورج طلوع ہوگا تو دن موجود ہوگا '' اور یا اتفاقیہ ہوگا جیسے ہمارا قول ''اگر انسان ناطق ہے تو گدھا ناہق ہے'' اور قضیہ منفصلہ یا تو حقیقیہ ہوگا جیسے ہمارا قول کہ ''عدد یا تو طاق ہوگا یا جفت'' اور یہ مانعۃ الجمع اور مانعۃ الخلو دونوں ہے اور یا صرف مانعۃ الجمع ہوگا جیسے ہمارا قول ''یہ چیز درخت ہوگی یا پتھر'' اور یا صرف مانعۃ الخلو ہوگا جیسے ہمارا قول کہ ''یا تو زید سمندر میں ہوگا اور یا غرق نہیں ہوگا'' کبھی قضیہ منفصلہ کے کئی حصے ہوتے ہیں، جیسے ہمارا قول کہ ''یہ عدد یا زائد ہوگا یا ناقص یا مساوی۔

ملاحظہ: قضیہ شرطیہ کی اقسام اور بحث کو جاننے سے پہلے چند چیزوں کا جاننا ضروری ہے۔

قضیہ شرطیہ کے پہلے جز کو ''مقدم'' اور دوسرے جز کو ''تالی'' کہتے ہیں ، **کما قال المصنفؒ.**

تعریفات اجزاء واقسام شرطیہ

مقدم: جوآگے ہو، تالی: جو پیچھے آنے والا ہو۔

وجہ تسمیہ: مقدم چونکہ تالی پر مقدم ہوتا ہے فلھذا یسمی مقدماً. تالی چونکہ یہ مقدم کے پیچھے آتا ہے فلھذایسمی تالیاً.

قولہ المتصلة یہاں سے مصنفؒ قضیہ شرطیہ متصلہ کی بحث کو بیان کررہے ہیں،

تعریف شرطیہ متصلہ: جس میں ایک نسبت کا ثبوت دوسری نسبت کے ثبوت یا ایک نسبت کی نفی دوسری نسبت کے ثبوت پر موقوف ہو، اگر نسبت کا ثبوت دوسری نسبت کے ثبوت پر ہے تو متصلہ موجبہ ہے اور اگر نفی ہے تو متصلہ سالبہ کہتے ہیں۔

مثال متصلہ موجبہ: ان کانت الشمس طالعة فالنھار موجود.

مثال متصلہ سالبہ: لیس ألبتة کلما کانت الشمس طالعة کان الیل موجود.

اقسام قضیہ متصلہ

ا۔ متصلہ لزومیہ: ایک نسبت کا دوسری نسبت کے ساتھ اتصال کسی علاقہ کی وجہ سے ہو، کما قال المصنفؒ۔

۲۔ متصلہ اتفاقیہ: ایک نسبت کا دوسری نسبت سے ساتھ اتصال کسی علاقہ کی وجہ سے نہ ہو بلکہ محض اتفاقی ہو، کما قال المصنفؒ.

علاقہ کی تعریف

ا۔ ما بہ یستصحب الشئی الشئی الاخر، ایسی چیز جس کی وجہ سے ایک چیز دوسری چیز کو مستلزم ہو۔

۲۔ مابسببہ یستصحب المقدم التالی، ایسی چیز جس کی وجہ سے مقدم، تالی کو مستلزم ہو فالاول عام والثانی خاص والمراد ھھنا الثانی .

علاقہ کی اقسام

۱-علیت ومعلولیت کا علاقہ :مقدم علت ہوگا تالی کے لئے جیسے ہوگا ''ان کانت الشمس طالعة فالنهار موجود ،، یا تالی علت ہوگا مقدم کے لئے جیسے ان کان النهار موجوداً فالشمس طالعة یا مقدم اور تالی معلول ہوں گے اور کوئی تیسری چیز علت ہوگی جیسے "ان کان النهار موجوداً فالأرض مضیئة" دونوں کی علت طلوع شمس ہے۔

۲-تضایف کا علاقہ : دو چیزوں میں سے ہر ایک کا تعقل وتصور دوسرے کے تعقل وتصور پر موقوف ہو، یعنی ایک چیز کا معنیٰ سمجھنا دوسری چیز کے معنی کے سمجھنے پر موقوف ہو، جیسے ابوت کا تصور بنوت کے تصور پر موقوف ہے اور بنوت کا تصور ابوت کے تصور پر موقوف ہے، جیسے إن کان زید أباً لعمرو فعمرو ابنه(ای کان عمرو ابناله)

قوله المنفصلة : یہاں سے مصنفؒ قضیہ شرطیہ منفصلہ کی بحث کو بیان فرمارہے ہیں،

تعریف شرطیہ منفصلہ : جس میں دو قضیوں کے درمیان منافات یا سلب منافات کا حکم ہو، اگر منافات کا حکم ہے تو منفصلہ موجبہ ہے اور اگر سلب منافات کا ہے تو منفصلہ سالبہ کہتے ہیں۔

مثال منفصلہ موجبہ:العدد إمازوج وإمافرد.

مثال منفصلہ سالبہ:لیس ألبتة هذا الإنسان إما أسود وإما كاتب

اقسام قضیہ منفصلہ

۱-حقیقیہ :دونسبتوں کے درمیان منافات یا سلب منافات کا حکم صدقاً اور کذباً ہو، یعنی نہ دونوں جمع ہو سکتے ہوں، نہ ایک ساتھ اٹھ سکتے ہوں، جیسے هذا العدد إمازوج وإمافرد.

۲- مانعة الجمع : دونسبتوں کے درمیان منافات یا سلب منافات کا حکم صدقا ہو یعنی دونوں جمع نہ ہوسکیں لیکن اٹھ جائیں، جیسے هذا الشئ إماشجر أو حجر.

۳- مانعة الخلو : دونسبتوں کے درمیان منافات یا سلب منافات کا حکم کذباً ہو یعنی دونوں اٹھ نہ سکیں لیکن جمع ہو جائیں جیسے زید إما ان یکون فی البحر وإما أن لایغرق

اب یہ نہیں ہوسکتا کہ زید پانی میں نہ ہو اور ڈوب جائے، ہاں یہ ہوسکتا ہے کہ پانی میں ہو اور نہ ڈوبے بلکہ تیرتا رہے **کما مر فی قولہ.**

ان تین میں سے ہر ایک کی دو قسمیں ہیں:

۱-عنادیہ: دونوں جزوں کے درمیان منافات (انفصال) ذاتی ہو، مثلاً **العدد إما زوج أو فرد.**

۲-اتفاقیہ: دونوں جزوں کے درمیان منافات ذاتی نہ ہو بلکہ اتفاقی ہو مثلاً **زید إما کاتب أو شاعر.**

قضیہ شرطیہ کے سور (۱)

قضیہ شرطیہ متصلہ کے سور:

۱-متصلہ موجبہ کلیہ کا سور لفظ متی، مھما اور کلما ہے مثلاً **متی کانت الشمس طالعة فالنهار موجوداً، أومهما کانت الخ أو کلما کانت الخ.**

۲-متصلہ موجبہ جزئیہ کا سور لفظ قد یکون ہے مثلاً **قدیکون إذا کانت الشمس طالعة کان النهار موجوداً.**

۳-متصلہ سالبہ کلیہ کا سور لفظ لیس البتہ ہے، مثلاً **لیس ألبتة إذا کانت الشمس طالعة فاللیل موجود.**

۴-متصلہ سالبہ جزئیہ کا سور لفظ قد لا یکون ہے، مثلاً **قد لایکون إذا کانت الشمس طالعة کان اللیل موجوداً.**

قضیہ شرطیہ منفصلہ کے سور:

۱-منفصلہ موجبہ کلیہ کا سور لفظ دائماً ہے، مثلاً **دائما إما أن یکون الشمس طالعة أو لا یکون النهار موجوداً.**

(۱) ملاحظہ: یہ بحث حضرت علامہ شہیدؒ نے مرقات میں پڑھائی تھی بطور افادہ لکھا گیا ہے۔

۲-منفصلہ موجبہ جزئیہ کا سور لفظ قد یکون ہے، مثلاً **قد یکون إما أن یکون الشمس طالعة أو یکون اللیل موجوداً.**

۳-منفصلہ سالبہ کلیہ کا سور لفظ لیس البتۃ ہے، مثلاً **لیس ألبتة إما أن یکون الشمس طالعة وإما أن یکون النھار موجوداً.**

۴-منفصلہ سالبہ جزئیہ کا سور لفظ قد لا یکون ہے، مثلاً **قد لایکون إما أن یکون الشمس طالعة وإما أن یکون النھار موجوداً.**

ملاحظہ: متصلہ اور منفصلہ موجبہ کلیہ کے سور میں فرق ہے، باقی تینوں میں کوئی فرق نہیں، سب سور ایک ہی ہیں، البتہ مثالوں میں فرق ہے۔

قوله وقد یکون المنفصلات ذات الأجزاء. الخ

یہاں سے مصنفؒ ایک فائدہ بتا رہے ہیں کہ منفصلہ کبھی دو جز سے مرکب ہوتا ہے اور کبھی تین جز سے بھی مرکب ہوتا ہے، جیسے **ھذاالعدد إما زائد أوناقص أومساو.**

عدد کی تعریف: ۱- ''مایعد'' جس کو گنا جائے یا جس سے گنا جائے، اس صورت میں عدد ''ایک'' سے شروع ہوگا۔

۲- **نصف مجموع الحاشتین** (دونوں طرف کے مجموعہ کا نصف) جس کے دونوں طرفوں کو اگر جمع کیا جائے تو اس کا نصف نکل سکے تو ان کے نزدیک ''ایک'' عدد نہیں ہے۔

عدد کی اقسام

عدد کی دو قسمیں ہیں: ۱-عدد ناطق ۲-عدد اصم۔

(۱)-عدد منطق یا ناطق: جس کے کسور صحیح نکل سکیں، یعنی کسوروں میں توڑ نہ ہو، کسور کل نو ہیں، نصف، ثلث، ربع، خمس، سدس، سبع، ثمن، تسع، عشر، تمام جفت اعداد ''عدد ناطق'' ۲،۴،۶۔ الخ۔

اس کی اقسام:

۱-زائد، عدد کے کسور کا مجموعہ اصل عدد سے بڑھ جائے، مثلاً ۱۲ (اس کا نصف ۶ اور ثلث

۴، ربع ۳، سدس ۲ نکلے گا اور یہ (۶+۴+۳+۲=۱۵) اصل عدد (۱۲) سے زیادہ ہے (گویا ۳ عدد زائد ہیں)۔

۲- ناقص: عدد کے کسور کا مجموعہ اصل عدد سے کم ہو، مثلاً ۴ (اس کا نصف ۲، ربع "۱" نکلے گا اور یہ (۲+۱=۳) اصل عدد (۴) سے کم ہے (گویا ایک عدد کم ہے)۔

۳- مساوی: کسور کا مجموعہ اصل عدد کے برابر ہو، مثلاً ۶ (اس کا نصف ۳، ثلث ۲، سدس "۱" نکلے گا اور یہ (۳+۲+۱=۶) اصل عدد ۶ کے برابر ہے)۔

(۲)- عدد اَصم: جس کے کسور صحیح نہ نکل سکیں بلکہ کسی کو توڑنا پڑے، مثلاً ۱۱، ۱۳، الخ۔

مباحث تناقض

التناقض وهو اختلاف القضيتين بالإيجاب و السلب بحيث يقتضي لذاته أن يكون إحداهما صادقة والأخرى كاذبة كقولنا زيد كاتب وزيد ليس بكاتب ولا يتحقق ذلك الاختلاف في المخصوصتين إلا بعد اتفاقهما في الموضوع والمحمول والزمان والمكان والإضافة والقوة والفعل والجزء والكل والشرط فنقيض الموجبة الكليه إنما هي السالبة الجزئية كقولنا كل إنسان حيوان وبعض الإنسان ليس بحيوان ونقيض السالبة الكلية إنما هي الموجبة الجزئية كقولنا لاشئ من الإنسان بحيوان وبعض الإنسان حيوان المحصورتان لايتحقق التناقض بينهما إلابعد اختلافها في الكلية والجزئية قد تكذبان كقولنا كل إنسان كاتب ولا شي من الإنسان بكاتب والجزئيتين قد تصدقان كقولنا بعض الإنسان كاتب بعض الإنسان ليس بكاتب

ترجمہ: تناقض یہ ہے کہ دوقضیوں موجبہ وسالبہ میں اس طرح اختلاف ہو کہ اس اختلاف کا ذاتی طور پر یہ تقاضا ہو کہ ان میں سے ایک سچا ہو اور دوسرا جھوٹا، جیسے ہمارا یہ قول ہے کہ زید کاتب ہے اور زید کاتب نہیں ہے، یہ اختلاف دوقضیہ مخصوصہ میں اس وقت تک ثابت نہیں ہوگا جب تک وہ دونوں موضوع محمول زمانہ، مکان، اضافت، قوت وفعل، جزء وکل اور شرط میں متفق نہ ہوں، پس موجبہ کلیہ کی نقیض صرف سالبہ جزئیہ ہے، جیسے ہمارا قول کہ ہر انسان حیوان ہے اور بعض انسان حیوان نہیں ہیں اور سالبہ کلیہ کی نقیض صرف موجبہ جزئیہ ہے، جیسے ہمارا قول کہ کوئی انسان حیوان نہیں ہے اور بعض انسان حیوان ہیں، دوقضیہ محصورہ میں تناقض اس وقت تک ثابت نہیں ہوگا جب تک کہ وہ کلی وجزئی ہونے میں مختلف نہ ہوں، کیونکہ ایسی دوقضایا جوکلی ہوں کبھی کاذب ہوتے ہیں جیسے ہمارا قول کہ ہر انسان کاتب ہے اور کوئی انسان کاتب نہیں ہے اور ایسے دوقضیے جو جزئی ہوں کبھی صادق ہوتے ہیں جیسے ہمارا قول کہ بعض انسان کاتب

ہیں اور بعض انسان کاتب نہیں ہیں۔

ایک شعر میں وحدات ثمانیہ کو ایک ساتھ جمع کیا گیا ہے:

ے　در تناقض ہشت وحدت شرط داں
وحدت موضوع و محمول و مکاں
وحدت شرط و اضافت جزو کل
قوت و فعل است در آخر زماں

قوله التناقض الخ : تناقض کی تعریف کو مصنفؒ ذکر کررہے ہیں۔

لغۃً توڑنا، اصطلاحاً دو قضیوں کا ایجاب وسلب میں اس طور پر اختلاف ہونا کہ ایک کا صادق ہونا دوسرے کے کاذب ہونے کو لذاتہ تقاضا کرے **کما قال وھو اختلاف** الخ۔

مثلاً **زید کاتب ، زید لیس بکاتب** "لذاتہ" تقاضہ سے مراد بغیر واسطے کے تقاضہ کرائے۔

وحدات ثمانیہ

قوله الموضوع :دونوں قضیوں کا موضوع ایک ہو، جیسے **زید کاتب، زید لیس بکاتب** اگر موضوع ایک نہ ہوا تو تناقض نہ ہوگا، اس میں موضوع "زید" ہے۔

قوله والمحمول :دونوں قضیوں کا محمول ایک ہو جیسے **زید کاتب، زید لیس بکاتب**، اگر محمول ایک نہ ہوا تو تناقض نہ ہوگا، اس میں محمول "کاتب" ہے۔

قوله والزمان :دونوں قضیوں میں زمانہ ایک ہو جیسے **زید نائم فی اللیل، زید لیس بنائم فی اللیل**، اگر زمانہ ایک نہ ہوا تو تناقض نہ ہوگا، اس میں زمانہ "اللیل" ہے۔

قوله والمكان :دونوں قضیوں میں مکان ایک ہو جیسے **زید قاعد فی البیت ، زید لیس بقاعد فی البیت**، اگر مکان ایک نہ ہوا تو تناقض نہ ہوگا، اس میں "البیت" مکان ہے۔

قوله والإضافة :دونوں قضیوں میں اضافت اور نسبت ایک ہو جیسے **زید أب لعمرو، زید لیس بأب لعمرو** اگر اضافت میں ایک نہ ہوا تو تناقض نہ ہوگا۔

قوله والقوة والفعل :دوقضیوں میں سے ایک میں اگر حکم بالقوہ یا بالفعل ہے تو دوسرے میں بھی حکم بالقوہ یا بالفعل ہو(یعنی یا دونوں میں بالقوہ ہو یا دونوں میں بالفعل ہو)اگر ایک میں بالقوہ ہے اور دوسرے میں بالفعل ہے تو تناقض نہ ہوگا جیسے **الخمر مسکر فی الدن بالقوة، الخمر لیس بمسکر فی الدن بالقوة، (وکذا فی "بالفعل" ایضاً)**

قوله والجزء والکل:دونوں قضیوں میں اگر پہلے میں جزء پر حکم ہے تو دوسرے میں بھی اسی جزء پر حکم ہو اور اگر کل پر حکم ہے تو دوسرے میں بھی کل پر ہو، اگر جز وکل میں اتحاد نہ ہوا تو تناقض نہ ہوگا، جیسے **الزنجی أسود أی سنّه ، الزنجی لیس بأسود أی سنّه** ،یعنی دونوں میں ایک ہی جز پر حکم ہو۔

قوله والشرط :دونوں قضیوں میں شرط ایک ہو، اگر شرط ایک نہ ہوئی تو تناقض نہ ہوگا جیسے **زید متحرک الأصابع إن کان کاتباً، زید لیس بمتحرک الأصابع إن کان کاتباً**۔

محصورتین میں اختلاف

اگر دونوں قضیے کلیے ہوں تو تناقض نہ ہوگا کیونکہ یہ جھوٹے بھی ہوسکتے ہیں، **کماقال قد تکذبان الخ** اور اگر دونوں جزئیے ہوں تو بھی تناقض نہ ہوگا کیونکہ یہ سچے ہوسکتے ہیں، **کما قال قد تصدقان الخ**، لیکن اگر کلیت وجزئیت میں اختلاف ہو تو تناقض ہوگا، پس موجبہ کلیہ کی نقیض سالبہ جزئیہ ہے اور سالبہ کلیہ کی نقیض موجبہ جزئیہ ہے ، **وکذا عکسهما**،

مثالیں: **(۱) کل إنسان حیوان، بعض الإنسان لیس بحیوان (۲) لاشی من الإنسان بحیوان، بعض الإنسان حیوان.**

مباحث عکس مستوی

العکس هو تصيير الموضوع محمولاً والمحمول موضوعاً مع بقاء الإيجاب والسلب والصدق والكذب بحاله والموجبة الكلية لاتنعكس كلية اذ يصدق قولنا كل إنسان حيوان ولا يصدق كل حيوان إنسان بل تنعكس جزئية لانا اذ قلنا كل إنسان حيوان يصدق قولنا بعض الحيوان إنسان فانانجد الموضوع موصوفا بالإنسان والحيوان فيكون إنسانا والموجبة الجزئية تنعكس جزئية بهذه الحجة ايضا والسالبة الكلية تنعكس كليه وذلک بين بنفسه فإنه إذا صدق لاشي من الإنسان بحجر يصدق لاشئ من الحجر بإنسان والسالبة الجزئية لاتنعكس لزوما لانه يصدق بعض الحيوان ليس بإنسان ولايصدق عكسه.

ترجمہ: مناطقہ اصطلاح میں عکس یہ ہے کہ قضیہ کے موضوع کو محمول اور محمول کو موضوع کرنا لیکن قضیہ کا موجبہ وسالبہ ہونا اور صادق وکاذب ہونا اپنے حال پر باقی رہے، موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ کلیہ نہیں آتا، اس لئے کہ ہمارا یہ قول کہ ''ہر انسان حیوان ہے'' صادق ہے، لیکن ''ہر حیوان انسان ہے'' صادق نہیں بلکہ اس کا عکس موجبہ جزئیہ آئے گا، کیونکہ جب ہم کہتے ہیں کہ ''ہر انسان حیوان ہے'' تو ہمارا یہ کہنا صادق ہے کہ ''بعض حیوان انسان ہیں'' اس لئے کہ ہم کسی موضوع کو انسان وحیوان کے ساتھ (یکے بعد دیگرے) متصف پاتے ہیں (یعنی ایک چیز انسان بھی ہے اور حیوان بھی) تو لازمی طور پر یہ ثابت ہوتا ہے کہ بعض حیوان انسان ہوں اور موجبہ جزئیہ کا عکس بھی اسی دلیل کی وجہ سے موجبہ جزئیہ ہی آئے گا، سالبہ کلیہ کا عکس سالبہ کلیہ ہی آتا ہے اور یہ خود بخود واضح ہے، کیونکہ جب یہ قول کہ ''کوئی انسان پتھر نہیں ہے'' صادق ہوگا تو یہ قول کہ ''کوئی پتھر انسان نہیں ہے'' بھی صادق ہوگا اور سالبہ جزئیہ کا عکس لازمی طور پر نہیں آتا، اس لئے کہ یہ قول کہ ''بعض حیوان انسان نہیں ہیں'' صادق ہے لیکن اس کا عکس (یعنی

بعض انسان حیوان نہیں ہیں) صادق نہیں ہے۔

إعلم ! المصنف إنما أشار إلى العكس المستوى لاالنقيض.

قوله العكس :لغت میں کہتے ہیں الٹنا، مصنف کی عکس سے مراد عکس مستوی ہے **كما عرف المصنف تعريفه** ۔

عکس مستوی کی تعریف: عکس مستوی اصطلاح میں کہتے ہیں کہ موضوع کو محمول کی جگہ اور محمول کو موضوع کی جگہ پر رکھنا ایجاب وسلب اور صدق وکذب کے بقاء کے ساتھ یعنی مصنف قدس سرہ کی مراد اس سے یہ ہے کہ اگر اصل موجبہ ہے تو عکس بھی موجبہ ہو، اگر اصل سالبہ ہے تو عکس بھی سالبہ ہو، اصل اگر سچا ہے تو عکس بھی سچا ہو اور اگر اصل جھوٹا ہے تو عکس بھی جھوٹا ہو، جیسے **كل إنسان حيوان وبعض الحيوان إنسان**.

ملاحظہ: یہ تعریف قضیہ شرطیہ پر صادق نہیں آتی کیونکہ قضیہ شرطیہ میں موضوع ومحمول نہیں ہوتے بلکہ مقدم اور تالی ہوتے ہیں، لہذا صحیح تعریف یہ ہے جو شرح تہذیب میں علامہ سعد الدین تفتازانی قدس سرہ نے فرمائی ہے:

تبديل طرفي القضية مع بقاء الصدق والكيف، قضیہ کے دونوں طرف (جزء) کو تبدیل کرنا صدق اور کیف (ایجاب وسلب) کے بقاء کے ساتھ۔

ملاحظہ: مصنفؒ نے جو یہ فرمایا کہ "**مع بقاء الكذب**" یہ صحیح نہیں ہے، یعنی یہ ضروری نہیں ہے کہ اگر اصل جھوٹا ہو تو عکس بھی جھوٹا ہو بلکہ بعض مرتبہ اصل جھوٹا ہوگا لیکن عکس سچا ہوگا کیونکہ عکس اصل کو لازم ہوتا ہے اور لازم بعض مرتبہ عام بھی ہوتا ہے یعنی اصل (ملزوم) کے بغیر بھی پایا جاتا ہے، مثلاً **كل حيوان إنسان، بعض الإنسان حيوان**.

قوله والموجبة الكلية لاتنعكس كلية ...... بل تنعكس جزئية، مصنفؒ فرمارہے ہیں کہ موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ جزئیہ آتا ہے نہ کہ موجبہ کلیہ۔

بحث موجبہ کلیہ کا عکس

سوال یہ ہوتا ہے کہ موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ کلیہ کیوں نہیں آتا؟

جواب ہم یہ دیں گے کہ عکس اصل کو لازم ہوتا ہے اور اگر اصل سچا ہو تو عکس بھی سچا ہوگا لیکن اگر موجبہ کلیہ عکس مانیں تو اصل کئی جگہ تو سچا ہوگا مگر عکس جھوٹا ہوگا، مثلاً کل إنسان حیوان ، کل حیوان إنسان (وهذا باطل) لہذا ہم کہیں گے کہ موجبہ جزئیہ عکس آتا ہے، اس کو تین دلائل سے ثابت کیا گیا ہے۔

۱- دلیل افتراضی:

هو فرض ذات الموضوع شيئا معينا وحمل وصف الموضوع والمحمول عليها ليحصل مفهوم العكس.

ترجمہ: ذات موضوع کو شئ معین فرض کرنا اور وصف موضوع اور (وصف) محمول کو اس پر حمل کرنا تا کہ مفہومِ عکس حاصل ہو جائے۔

ملاحظہ: ذات موضوع وغیرہ کی تعریفات قضایا موجہات کی بحث میں گزر چکی ہیں۔

مذکورہ دلیل کا اجراء: موجبہ کلیہ کا عکس موجبہ جزئیہ آتا ہے یعنی کل إنسان حیوان کا عکس بعض الحیوان إنسان ہے اور یہ بات دلیل افتراض سے ثابت ہے۔

یعنی ذات موضوع "اِنسان" کو زید فرض کیا، پھر اس پر وصفین کا حمل کیا، یعنی زید إنسان اور زید حیوان تو ثابت ہو گیا کہ زید جو حیوان کا فرد ہے، اس پر اِنسان صادق ہے اور عکس یعنی بعض الحیوان إنسان کا مفہوم ہے۔

۲- دلیل ضمی یا خلفی:

هو ضم نقيض العكس مع الأصل لينتج محالاً

ترجمہ: عکس کے نقیض کو اصل کے ساتھ ملانا تا کہ نتیجہ محال آئے۔

اجراء دلیل: کل إنسان حیوان کا عکس بعض الحیوان إنسان مانو، اگر نہیں مانتے تو

س کی نقیض مانو، کیونکہ " ارتفاع نقیضین" تو محال ہےاور نقیض ہے لاشئ من الحیوان بإنسان ،اب ہم نے اس کو اصل کے ساتھ ملایا "کل إنسان حیوان ، لاشئ من الحیوان بـإنسان "(نتیجہ) لاشئ من الإنسان بإنسان ،اب یہاں تین چیزیں ہیں (۱)اصل (۲)نقیض عکس (۳) شکل اول جو ضم کے بعد بنی......اصل تو صحیح ہے،شکل اول بھی صحیح ہے ،شرائط موجود ہیں (یعنی ایجاب صغریٰ کلیت کبریٰ) لہذا نقیض غلط ہے، جب نقیض باطل ہے تو عکس صحیح ہے۔

۳- دلیل عکسی:

هو أن يعكس نقيض العكس ليخالف الأصل

ترجمہ: عکس کے نقیض کا عکس کیا جائے تا کہ اصل کے مخالف ہو جائے۔

اجراء: کل إنسـان حیوان کا عکس بعض الحیوان إنسان مانو ورنہ نقیض مانو یعنی لاشئ من الحیوان بإنسان ،اب ہم کہتے ہیں کہ یہ نقیض باطل ہے کیونکہ اگر نقیض سچی ہوتی اس کا عکس ضرور سچا آتا (جیسا کہ عکس کی تعریف میں ہم نے پڑھا" مع بقاء الصدق" یعنی اگر اصل سچا ہو تو عکس بھی سچا ہوگا) حالانکہ اس نقیض کا عکس سچا نہیں ہے کیونکہ اس کا عکس ہے لاشئ من الإنسان بحیوان اور یہ غلط ہے، ہمارے تسلیم کردہ اصل (کل إنسان حیوان) کے مخالف ہے تو ثابت ہوا کہ جب نقیض کا عکس باطل ہے تو نقیض بھی باطل ہے جب نقیض باطل ہے تو ہمارا عکس صحیح ہے اور یہی مطلوب ہے۔ (تو اس دلیل میں عکس کی نقیض کا عکس نکالا جو اصل کے مخالف نکلا)۔

بحث موجبہ جزئیہ کا عکس:

موجبہ جزئیہ کا عکس موجبہ جزئیہ آتا ہے اور اس میں بھی دلیل ضمی وعکسی جاری ہونگیں۔

بحث سالبہ کلیہ کا عکس:

اس کا عکس سالبہ کلیہ آتا ہے، اور اس میں بھی دلیل ضمی وعکسی جاری ہونگیں۔

تنبیہ:

سالبہ جزئیہ کا عکس سالبہ جزئیہ لازمی طور پر نہیں آتا، جہاں موضوع اور محمول میں عموم خصوص من وجہ کی نسبت ہوگی، وہاں عکس آئے گا، جیسے **بعض الحیوان لیس بأبیض، بعض الأبیض لیس بحیوان** ، لیکن اگر عموم خصوص مطلق کی نسبت ہو اور موضوع عام ہو تو نہیں آئے گا، جیسے **بعض الحیوان لیس بإنسان** کا عکس **بعض الإنسان لیس بحیوان** غلط ہے۔

بحث عکس نقیض

اس کی دو تعریفیں ہیں:

۱-عندالمتقدمین: **جعل نقیض الجزء الأول من القضیة ثانیاً ونقیض الجزء الثانی اولاً مع بقاء الصدق والکذب** ،قضیہ کے پہلے جزء کی نقیض نکال کر پہلے کی جگہ پر رکھا جائے اور دوسرے جزء کی نقیض نکال کر پہلے کی جگہ پر رکھا جائے صدق اور کیف (ایجاب وسلب) کی بقاء کے ساتھ یعنی موافقت ہو۔

یعنی اصل موجبہ تو عکس بھی موجبہ، اصل سالبہ تو عکس بھی سالبہ، اصل صادق تو عکس بھی صادق مثلاً **کل إنسان حیوان، کل لاحیوان لاإنسان فنقیض الحیوان اللاحیوان و نقیض الإنسان اللاإنسان.**

۲-عندالمتاخرین: **جعل نقیض الجزء الثانی أولاً وعین الأول ثانیاً مع مخالفة الکیف وموافقة الصدق** ،قضیہ کے ثانی جز کے نقیض کو پہلے کی جگہ پر رکھا جائے اور پہلے جز کے عین کو ثانی کی جگہ پر رکھا جائے کیف (ایجاب وسلب) میں مخالفت اور صدق میں موافقت کے ساتھ۔

یعنی پہلا موجبہ تو دوسرا سالبہ، پہلا سالبہ تو دوسرا موجبہ، پہلا صادق تو دوسرا بھی صادق ہو، مثلاً **کل إنسان حیوان، لیس کل لا حیوان إنسان.**

ملاحظہ: عکس مستوی میں جو حکم موجبات کے تھے، وہ یہاں سالبات کے ہوں گے اور جو

وہاں سالبات کے تھے، وہ موجبات کے ہوں گے، یعنی موجبہ کلیہ کا عکس نقیض موجبہ کلیہ، موجبہ جزئیہ کا عکس نقیض لازمی طور پر نہیں آتا، سالبہ کلیہ کا عکس نقیض سالبہ جزئیہ، سالبہ جزئیہ کا عکس نقیض سالبہ جزئیہ آئے گا۔

مباحث قیاس

القیاس قول مؤلف من أقوال متی سلمت لزم عنها لذاتها قول اخر وهو إما اقترانی کقولنا کل جسم مرکب وکل مرکب محدث فکل جسم محدث وإما استثنائی کقولنا إن کانت الشمس طالعة فالنهار موجود ولکن النهار لیس بموجود فالشمس لیست بطالعة والمکرر بین مقدمتی القیاس فصاعدا یسمی حداً أوسط وموضوع المطلوب یسمی حداً أصغر ومحموله یسمی حداً أکبر والمقدمة التی فیها الأصغر یسمی الصغری والتی فیها الأکبر یسمی الکبری وهیأة التالیف من الصغری والکبری یسمی شکلاً.

ترجمہ: قیاس وہ قول ہے جو ایسے اقوال سے مرکب ہوتا ہے کہ اگر ان اقوال کو تسلیم کرلیا جائے تو صرف ان اقوال کی وجہ سے ایک اور قول لازم آئے گا، قیاس یا تو اقترانی ہوگا، جیسے ہمارا قول کہ ہر جسم مرکب ہے اور ہر مرکب حادث (نو پیدا) ہے، پس ہر جسم حادث ہے یا استثنائی ہوگا، جیسے ہمارا قول کہ اگر سورج طلوع ہوگا تو دن موجود ہوگا لیکن دن موجود نہیں ہے، پس سورج طلوع نہیں ہوا، قیاس کے دو یا زیادہ مقدموں کے درمیان جو چیز مکرر ہوتی ہے، اسے حد اوسط کہتے ہیں اور نتیجہ کے موضوع کو اصغر اور اس کے محمول کو اکبر کہتے ہیں، قیاس کا وہ مقدمہ جس میں اصغر ہو اس کا نام صغری رکھا جاتا ہے اور جس مقدمے میں اکبر ہو اس کا نام کبری رکھا جاتا ہے، صغری اور کبری ملانے سے جو ہیئت حاصل ہوتی ہے، اس کا نام شکل رکھا جاتا ہے۔

قوله القیاس قول الخ :مصنفؒ قیاس کی تعریف بیان فرمارہے ہیں، اس سے پہلے جان لینا چاہئے کہ حجت کی تعریف کیا ہے؟

حجت کی تعریف: دو یا زیادہ تصدیق جانی ہوئی کو ترتیب دے کر جب کوئی نامعلوم چیز معلوم ہو تو ان جانی ہوئی تصدیق کو حجت (اور دلیل) کہتے ہیں۔

حجت کی اقسام

اس کی تین قسمیں ہیں: (۱) قیاس (۲) استقراء (۳) تمثیل۔

۱۔قیاس ایسا قول جو کہ مرکب ہو چند اقوال سے کہ جب ان کو تسلیم کیا جائے تو لذاتہ (بلاوسطہ) تیسرے قول کا ماننا لازم ہو جائے **کماقال المنصف**ؒ۔

باالفاظ دیگر: وہ قول مرکب ہے جو ایسے دو قضیوں سے مرکب ہو کہ اگر ان دو قضیوں کو مان لیں تو ایک تیسرے قضیہ کا ماننا بھی لازم آئے **کما قال الاستاذ**ؒ۔

ملاحظہ: تسلیم کرنے کی قید اس لئے لگائی کہ اگر ان دو کو تسلیم نہ کیا جائے تو نتیجہ لازم نہیں آتا جیسے **کل إنسان ناهق و كل ناهق حمار** (نتیجہ) **فكل إنسان حمار** کا نتیجہ لازم نہیں آتا کیونکہ ہم پہلے دو قضیوں کو تسلیم نہیں کرتے۔

باقی دو قسمیں استقراء و تمثیل کو آگے بیان کیا جائے گا (انشاءاللہ)

قیاس کی دو قسمیں

قوله وهو إما اقتراني الخ :مصنفؒ قیاس کی اقسام کو بیان فرما رہے ہیں۔

۱-اقترانی: جس میں حرف ''لکن'' بلکہ مذکور نہ ہو اور نتیجہ یا نقیض نتیجہ بعینہ مذکور نہ ہو،

۲-استثنائی: جو دو قضیوں سے مرکب ہو اور پہلا قضیہ شرطیہ ہو اور ان دونوں کے درمیان لفظ ''لکن'' آئے اور نتیجہ یا نقیض نتیجہ قیاس میں مذکور ہو، **مشالهما كمامر في العبارة.**

قوله والمكرر بين مقدمتي القياس الخ :مصنفؒ یہاں سے چند ضروری باتیں بتا رہے ہیں۔

۱ — **حد اوسط**: قیاس کے دو مقدموں کے درمیان جو چیز مکرر ہو (اور مقدمہ، قیاس کے جز کو کہتے ہیں)

۲ — **اصغر و اکبر**: نتیجہ کے موضوع کو اصغر اور محمول کو اکبر کہتے ہیں۔

۳— **صغری و کبری**: جس قضیہ میں اصغر ہو، اس کو صغری کہتے ہیں اور جس میں اکبر

ہو، اس کو کبریٰ کہتے ہیں۔

۴- **شکل**: اصغر اور اکبر کو حد اوسط کے ساتھ ملانے سے جو ہیئت بنے۔

۵- **ضرب**: کبریٰ کو صغریٰ کے ساتھ ملنے سے جو ہیئت لگی، اس کو قرینہ بھی کہتے ہیں۔

وجہ تسمیہ اصغر و اکبر و حد اوسط

اصغر: کہ اس کے افراد تھوڑے ہوتے ہیں،۔

اکبر: کہ اس کے افراد زیادہ ہوتے ہیں،

حد اوسط: یہ اصغر تک اکبر کو پہچانے کا واسطہ ہوتا ہے۔

ملاحظہ: جان لو کہ ''نتیجہ'' قیاس میں اخس اور ارذل کا تابع ہوتا ہے، یعنی جو سب سے کم درجہ ہو، پس کیف (ایجاب وسلب) میں ادنیٰ سلب ہے اور کم (کلیت وجزئیت) میں جزئیہ ہے، پس اگر قیاس موجبہ اور سالبہ سے مرکب ہو تو نتیجہ سالبہ آئے گا اور اگر کلیہ اور جزئیہ سے مرکب ہو تو نتیجہ جزیہ آئے گا۔

والأشكال أربعة لان حد الأوسط أن كان محمولا في الصغرى وموضوعا في الكبرى فهو الشكل الأول وإن كان محمولا فيهما فهو الشكل الثاني وإن كان موضوعاً فيهما فهو الشكل الثالث وإن كان موضوعاً في الصغرى ومحمولا في الكبرى فهو الشكل الرابع والثاني يرتد إلى الأول بعكس الكبرى والثالث يرتد إليه بعكس الصغرى والرابع يرتد إليه بعكس الترتيب وبعكس المقدمتين وبديهي الإنتاج هو الأول والذى له عقل سليم وطبع مستقيم لايحتاج إلى ردالثاني إلى الأول وإنما ينتج الثاني عنداختلاف مقدمتيه بالإيجاب والسلب وكلية الكبرى والشكل الأول هو الذى جعل معيارا للعلوم فنورده ههنا ليجعل دستوراً و ميزاناً ينتج منه المطالب كلها وشرط إنتاجها إيجاب الصغرى وكلية الكبرى وضروبه المنتجة أربعة الأول

کل جسم مؤلف و کل مؤلف محدث فکل جسم محدث و الثانی کل جسم مؤلف ولاشی من المؤلف بقدیم فلاشئی من الجسم بقدیم و الثالث بعض الجسم مؤلف و کل مؤلف محدث فبعض الجسم محدث و الرابع بعض الجسم مؤلف و لا شي من المؤلف بقديم فبعض الجسم ليس بقديم.

ترجمہ: اشکال کی چار قسمیں ہیں، حداوسط اگر صغری میں محمول اور کبری میں موضوع ہوتو یہ ''شکل اول'' ہے اور اگر دونوں میں محمول ہوتو وہ ''شکل ثانی'' ہے اور اگر دونوں میں موضوع ہوتو وہ ''شکل ثالث'' ہے اور اگر صغری میں موضوع اور کبری میں محمول ہوتو وہ ''شکل رابع'' ہے، شکل ثانی کے کبری کو عکس کرنے سے ''شکل ثانی'' ''شکل اول'' ہو جاتی ہے اور ''شکل ثالث'' صغری کے عکس کرنے سے ''شکل اول'' ہو جاتی ہے اور ''شکل رابع'' کی ترتیب الٹنے سے یا دونوں مقدموں کا عکس کرنے سے وہ ''شکل اول'' بن جاتی ہے اور اشکال میں سے جس کا نتیجہ بدیہی ہے ،وہ ''شکل اول'' ہے اور جس شخص کی عقل سلیم اور طبیعت مستقیم ہوتو اسے اس کی ضرورت نہیں ہوتی کہ ''شکل ثانی'' کو ''شکل اول'' بنائے، ''شکل ثانی'' اس وقت نتیجہ دیتی ہے جب اس کے دونوں مقدمے موجبہ وسالبہ ہونے میں مختلف ہوں اور کبری کلیہ ہو، ''شکل اول'' کو علوم کے لئے معیار بنایا گیا ہے، اس لئے ہم اسے یہاں پیش کریں گے تا کہ اسے دستور و میزان مقرر کرلیا جائے کہ اس سے تمام نتائج حاصل ہوں، اس کے نتیجہ دینے کی شرط یہ ہے کہ صغری موجبہ ہو اور کبری کلیہ ہو اس کے نتیجہ دینے والی ضروب چار ہے، پہلی ضرب...... جیسے ہر جسم مرکب ہے اور ہر مرکب حادث ہے، پس ہر جسم حادث ہے، دوسری ضرب...... جیسے ہر جسم مرکب ہے اور کوئی مرکب قدیم نہیں ہے، پس کوئی جسم قدیم نہیں ہے، تیسری ضرب...... جیسے بعض جسم مرکب ہیں اور ہر مرکب حادث ہے، پس بعض جسم حادث ہیں، چوتھی ضرب...... جیسے بعض جسم مرکب ہیں اور کوئی مرکب قدیم نہیں ہے، پس بعض جسم قدیم نہیں ہیں۔

قولہ والأشكال أربعة: مصنفؒ قیاس کی ان چار شکلوں کو بیان فرما رہے ہیں جن کو ملانے سے چار شکلیں بنتی ہیں جو کہ مندرجہ ذیل ہیں۔

اشکال اربعہ

۱-شکل اول: حداوسط صغری میں محمول اور کبری میں موضوع ہو، مثلاً کل إنسان حیوان وکل حیوان جسم (نتیجه) فکل إنسان جسم.

۲-شکل ثانی: حداوسط صغری اور کبری دونوں میں محمول ہو، مثلاً کل إنسان حیوان ولاشي من الحجر بحیوان (نتیجه) فلا شي من الإنسان بحجر.

۳-شکل ثالث: حداوسط صغری اور کبری دونوں میں موضوع ہو، مثلاً کل إنسان حیوان وکل إنسان ناطق (نتیجه) فبعض الحیوان ناطق.

۴-شکل رابع: حداوسط صغری میں موضوع اور کبری میں محمول ہو، مثلاً کل إنسان حساس وکل ناطق إنسان (نتیجه) فبعض الحساس ناطق.

ملاحظہ: اب ہم یہاں سے ہر شکل کی شرائط اور ضروب کو تفصیل سے الگ الگ بیان کریں گے اور ہر شکل کی کل سولہ (۱۶) ضروب نکلیں گی۔

بحث شکل اول

شرائط: اس شکل کی شرط یہ ہے کہ ایجاب صغری وکلیت کبری یعنی صغری کا موجبہ ہونا (چاہئے کلیہ ہو یا جزئیہ) اور کبری کا کلیہ ہونا (چاہئے موجبہ ہو یا سالبہ) وھذا معنی قوله و شرط إنتاجها الخ.

ضروب: اس کی سولہ ضربیں ہیں جن میں سے چار منتجہ ہیں بارہ غیر منتجہ ہیں،

نمبر شمار	صغری	کبری	منتجہ و غیر منتجہ
۱	موجبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	منتجہ (موجبہ کلیہ)
۲	موجبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	منتجہ (موجبہ جزئیہ)
۳	سالبہ کلیہ	موجبہ کلیہ	غیر منتجہ
۴	سالبہ جزئیہ	موجبہ کلیہ	غیر منتجہ
۵	موجبہ کلیہ	موجبہ جزئیہ	غیر منتجہ

۶	موجبہ جزئیہ	موجبہ جزئیہ	غیر منتجہ
۷	سالبہ کلیہ	موجبہ جزئیہ	غیر منتجہ
۸	سالبہ جزئیہ	موجبہ جزئیہ	غیر منتجہ
۹	موجبہ کلیہ	سالبہ کلیہ	منتجہ (سالبہ کلیہ)
۱۰	موجبہ جزئیہ	سالبہ کلیہ	منتجہ (سالبہ جزئیہ)
۱۱	سالبہ کلیہ	سالبہ کلیہ	غیر منتجہ
۱۲	سالبہ جزئیہ	سالبہ کلیہ	غیر منتجہ
۱۳	موجبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	غیر منتجہ
۱۴	موجبہ جزئیہ	سالبہ جزئیہ	غیر منتجہ
۱۵	سالبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ	غیر منتجہ
۱۶	سالبہ جزئیہ	سالبہ جزئیہ	غیر منتجہ

ملاحظہ: وہ تمام ضربیں جس میں صغری سالبہ ہے، ان میں سے شرط اول یعنی ''صغری کا موجبہ ہونا'' نہ پایا گیا، اس وجہ سے ساقط ہوگئیں، وہ یہ ہیں، ۳، ۴، ۷، ۸، ۱۱، ۱۲، ۱۵، ۱۶ اور باقی ۸ ضربوں میں دوسری شرط'' کبری کا کلیہ ہونا'' چار میں پایا گیا اور چار میں نہیں، جن میں نہیں پایا گیا وہ، ۵، ۶، ۱۳، ۱۴ ہیں، بقیہ چار جن میں دونوں شرطیں پائی گئی وہ یہ ہیں: ۱، ۲، ۹، ۱۰، اور یہ نتیجہ دینے والی ہیں، اس شکل کی خاصیت یہ ہے کہ اس شکل سے چاروں طرح کے نتیجے آتے ہیں، یعنی موجبہ کلیہ، موجبہ جزئیہ، سالبہ کلیہ اور سالبہ جزئیہ، اور یہ شکل بدیہی الانتاج ہے اور تمام شکلوں (۲، ۳، ۴) کے لئے معیار ہے، چاروں ضربوں کی مثالیں عبارت میں مذکور ہے۔

بحث شکل ثانی

شرائط: اس شکل کی شرط یہ ہے کہ اختلاف مقدمتین فی الکیف وکلیت کبری یعنی صغری و کبری میں سے ایک موجبہ ہو اور دوسرا سالبہ ہو، اور کبری کلیہ ہو، **وھذا معنی قولہ وإنما ینتج الثانی عند اختلاف الخ.**

ضروب: اس کی سولہ ضربیں ہیں جن میں سے چار منتجہ اور بارہ غیر منتجہ ہیں، تفصیلی نقشہ بحث شکل اول میں لکھا جا چکا ہے، اب مختصر نقشہ لکھا جاتا ہے۔

کبریٰ،صغریٰ	موجبہ کلیہ	موجبہ جزئیہ	سالبہ کلیہ	سالبہ جزئیہ
موجبہ کلیہ	۱	۵	۹	۱۳
موجبہ جزئیہ	۲	۶	۱۰	۱۴
سالبہ کلیہ	۳	۷	۱۱	۱۵
سالبہ جزئیہ	۴	۸	۱۲	۱۶

(اس نقشہ کی مدد سے تمام اشکال نکالی جاسکتی ہیں)

ملاحظہ: وہ تمام ضربیں جس میں صغری اور کبری یا تو دونوں موجبے ہیں یا سالبے تو ان میں یہ ضربیں ساقط ہوگئیں بوجہ شرط اول یعنی "صغری و کبری میں سے ایک کا موجبہ اور ایک کا سالبہ ہونا" نہ پایا گیا، وہ یہ ہیں: ۱،۲،۵،۶ ،۱۱،۱۲،۱۵،۱۶، لہذا یہ ساقط ہیں اور دوسری شرط یعنی "کبری کا کلیہ ہونا" چار ضربوں میں نہ پایا گیا، وہ یہ ہیں: ۷،۸،۱۳،۱۴ **فهذا ایضاً ساقط** اور چار باقی رہیں یعنی ۳،۴،۹،۱۰۔

شکل ثانی کے چار ضروب منتجہ بمع امثلہ

۱-ضرب اول: صغری موجبہ کلیہ، کبری سالبہ کلیہ، نتیجہ سالبہ کلیہ مثلاً **کل إنسان حیوان، ولاشئی من الحجر بحیوان، فلاشئی من الإنسان بحجر.**

۲-ضرب ثانی: صغری سالبہ کلیہ، کبری موجبہ کلیہ، نتیجہ سالبہ کلیہ مثلاً **لا شی من الحجر بإنسان، وکل ناطق إنسان، فلاشی من الحجر بناطق،**

۳-ضرب ثالث: صغری موجبہ جزئیہ، کبری سالبہ کلیہ، نتیجہ سالبہ جزئیہ مثلاً **بعض**

الحیوان إنسان، لاشی من الحجر بإنسان،فبعض الإنسان لیس بحجر.

۴-ضرب رابع:صغری سالبہ جزئیہ،کبری موجبہ کلیہ،نتیجہ سالبہ جزئیہ مثلاً بعض الحیوان لیس بإنسان، و کل ناطق إنسان، فبعض الحیوان لیس بناطق.

ملاحظہ:اس شکل سے صرف دو نتیجے آتے ہیں،پہلی دوضربوں میں سالبہ کلیہ اور دوسری (یعنی آخری) دوضربوں میں سالبہ جزئیہ آتا ہے۔

اس شکل کو ''شکل اول'' بنانا ہو تو کبری کو تبدیل (یعنی الٹ) دیں تو شکل اول بن جائے گی جیسے ضرب اول کے کبری کو لاشی من الحیوان بحجر کردیں تو شکل اول بن جائے گی، وھذا معنی قولہ والثانی یرتد إلی الأول الخ.

ملاحظہ: مصنفؒ نے دوشکلوں کی شرائط کو بیان کیا،اس لئے کہ یہ زیادہ استعمال ہوتی ہے۔

بحث شکل ثالث

شرائط: اس شکل کی شرط یہ ہے کہ ایجاب صغری وکلیت احداھما یعنی صغری کا موجبہ (چاہے کلیہ ہو یا جزئیہ) ہونا اور صغری اور کبری میں سے ایک کا کلیہ ہونا (یعنی دونوں جزئیہ نہ ہوں)۔

ضروب:اس کی سولہ ضربیں ہیں جن میں سے چھ منتجہ ہیں اور دس غیر منتجہ ہیں،گذشتہ نقشہ میں دیکھئے۔

ملاحظہ: وہ تمام ضربیں جس میں صغری سالبہ ہے ان میں شرط اول ''ایجاب صغری'' نہ پایا گیا وہ ساقط ہوگئی ہیں، وہ وہی ہیں جو شکل اول میں تھیں اور شرط ثانی ''کلیت احداھما'' ضرب نمبر ۶، ۱۴ میں نہ پائی گئی،لہذا وہ بھی ساقط ہوگئیں،باقی منتجہ ۱، ۲، ۵، ۹، ۱۰، ۱۳ ہیں۔

شکل ثالث کے چھ ضروب منتجہ بمع امثلہ

۱-ضرب اول:صغری اور کبری موجبہ کلیہ،نتیجہ موجبہ جزئیہ مثلا کل إنسان حیوان،

وکل إنسان ناطق فبعض الحیوان ناطق،

۲-ضرب ثانی: صغریٰ موجبہ کلیہ، کبریٰ سالبہ کلیہ، نتیجہ سالبہ جزئیہ مثلاً کل إنسان حیوان، ولاشئی من الإنسان بحجر فبعض الحیوان لیس بحجر.

۳-ضرب ثالث: صغریٰ موجبہ کلیہ، کبریٰ موجبہ جزئیہ، نتیجہ موجبہ جزئیہ مثلاً کل إنسان حیوان، بعض الإنسان کاتب فبعض الحیوان کاتب.

۴-ضرب رابع: صغریٰ موجبہ جزئیہ، کبریٰ موجبہ کلیہ، نتیجہ موجبہ جزئیہ مثلاً بعض الحیوان إنسان، وکل حیوان متنفس، فبعض الإنسان متنفس.

۵-ضرب خامس: صغریٰ موجبہ جزئیہ، کبریٰ سالبہ کلیہ، نتیجہ سالبہ جزئیہ مثلاً بعض الحیوان إنسان، ولا شی من الحیوان بجماد، فبعض الإنسان لیس بجماد.

۶-ضرب سادس: صغریٰ موجبہ کلیہ، کبریٰ سالبہ جزئیہ، نتیجہ سالبہ جزئیہ مثلاً کل حیوان جسم، وبعض الحیوان لیس بضاحک، فبعض الجسم لیس بضاحک.

ملاحظہ: اس شکل سے صرف دو نتیجے آتے ہیں، ضرب اول، ثالث اور رابع میں موجبہ جزئیہ اور ضرب ثانی، خامس اور سادس میں سالبہ جزئیہ آتا ہے۔

اس شکل کو شکل اول بنانا ہو تو صغریٰ کو الٹنے سے بن جائے گی، جیسے ضرب سادس میں (صغریٰ میں) کل حیوان جسم کو الٹا کردیں تو بن جائے گی۔

بحث شکل رابع

شرائط: (۱) اس شکل کی شرط یہ ہے کہ دونوں مقدموں کا اختلاف ہونا کیف میں اور دونوں میں سے ایک کا کلیہ ہونا (یعنی اختلاف المقدمتین فی الکیف وکلیة إحداهما) یعنی صغریٰ اور کبریٰ کا اس میں اختلاف ہو کہ اگر پہلا موجبہ ہے تو دوسرا سالبہ ہو اور اگر دوسرا موجبہ ہے تو پہلا سالبہ ہو اور صغریٰ اور کبریٰ میں ایک کلیہ ضرور ہو یعنی دونوں جزئیے نہ ہوں بلکہ ایک کلیہ ضرور ہو (دوسرا ہو یا نہ ہو)۔

(۲) ایجاب مقدمتین وکلیۃ صغریٰ یعنی صغریٰ اور کبریٰ دونوں موجبہ ہوں اور صغریٰ کلیہ ہو،

ملاحظہ: جان لو کہ شکل رابع میں ان دونوں میں سے اگر ایک بھی پائی گئی تو وہ شکل رابع کہلائے گی، دونوں کا پایا جانا ضروری نہیں بل أحد الأمرین.

ضروب: اس کی سولہ ضربیں ہیں جن میں آٹھ منتجہ اور آٹھ غیر منتجہ ہیں۔

گذشتہ نقشہ کو دیکھئے۔

ملاحظہ: احد الامرین میں جو پہلی شرط ''یعنی اختلاف المقدمتین فی الکیف وکلیۃ احداھما'' ہے، اس سے ضروب نمبر ۸، ۱۱، ۱۲، ۱۵، ۱۶ نکل گئی، یعنی ساقط ہوگئی کیونکہ ضرب نمبر ۸ میں ''اختلاف مقدمتین'' تو ہے مگر ''کلیۃ احداھما'' نہیں اور بقیہ میں سے تین یعنی ضرب نمبر ۱۱، ۱۲ اور ۱۵ میں ''اختلاف مقدمتین'' نہیں اور ضرب ۱۶ میں نہ ''اختلاف مقدمتین'' ہے نہ ''کلیۃ احداھما'' لہذا یہ پانچ ضربیں ساقط ہوگئیں...... احد الامرین میں دوسری شرط ''ایجاب المقدمتین وکلیۃ الصغری'' یہ ضرب نمبر ۲، ۶ اور ۱۴ میں نہیں، لہذا یہ ساقط ہوگئیں، ضرب ۲ اور ۶ میں ''ایجاب مقدمتین'' تو ہے مگر ''کلیۃ الصغری'' نہیں اور ضرب ۱۴ میں نہ ''ایجاب مقدمتین'' ہے نہ ''کلیۃ صغری'' لہذا کل آٹھ ضربیں ساقط ہوگئیں اور باقی منتجہ ضروب یہ ہیں: ۱، ۳، ۴، ۵، ۷، ۹، ۱۰ اور ۱۳

شکل رابع کے آٹھ ضروب منتجہ بمع امثلہ

۱-ضرب اول: صغری اور کبری موجبہ کلیہ، نتیجہ موجبہ جزئیہ مثلاً **کل إنسان حساس وکل ناطق إنسان فبعض الحساس ناطق.**

۲-ضرب ثانی: صغری موجبہ کلیہ، کبری موجبہ جزئیہ، نتیجہ موجبہ جزئیہ مثلاً **کل إنسان حیوان وبعض الأبیض إنسان فبعض الحیوان أبیض.**

۳-ضرب ثالث: صغری سالبہ کلیہ، کبری موجبہ کلیہ، نتیجہ سالبہ کلیہ مثلاً **لاشیء من الحیوان بحجر وکل حساس حیوان فلاشیء من الحجر بحساس.**

۴-ضرب رابع: صغری موجبہ کلیہ، کبری سالبہ کلیہ، نتیجہ سالبہ جزئیہ مثلاً **کل إنسان جسم ولا شیء من الحجر بإنسان فبعض الجسم لیس بحجر.**

۵-ضرب خامس: صغری موجبہ جزئیہ، کبری سالبہ کلیہ، نتیجہ سالبہ جزئیہ مثلاً **بعض**

الحیوان إنسان ولا شی من الحجر بحیوان فبعض الحیوان لیس بحجر.

۶-ضرب سادس: صغری سالبہ جزئیہ، کبری موجبہ کلیہ، نتیجہ سالبہ جزئیہ مثلاً بعض الحیوان لیس بإنسان، وکل کاتب حیوان فبعض الإنسان لیس بکاتب.

۷-ضرب سابع: صغری موجبہ کلیہ، کبری سالبہ جزئیہ، نتیجہ سالبہ جزئیہ مثلاً کل إنسان جسم وبعض الحیوان لیس بإنسان فبعض الجسم لیس بحیوان.

۸-ضرب ثامن: صغری سالبہ کلیہ، کبری موجبہ جزئیہ، نتیجہ سالبہ جزئیہ مثلاً لاشی من الإنسان بحجر وبعض الحیوان إنسان فبعض الحجر لیس بحیوان.

ملاحظہ: اس شکل سے تین نتیجے آتے ہیں، ضرب اول اور ثانی میں موجبہ جزئیہ، ثالث میں سالبہ کلیہ اور بقیہ میں سالبہ جزئیہ آتا ہے۔

اس شکل کو اول بنانا ہو تو دو طریقے ہیں،:

۱-صغری کو کبری اور کبری کو صغری بنالیں تو ضرب اول بن جائے گی، ضرب اول کو دیکھئے۔

۲-صغری اور کبری کے موضوع، محمول ہو جائیں اور محمول، موضوع ہو جائیں، ضرب ثالث کو دیکھئے، سیجئی تفصیله فی المطولات.

بحث قیاس اقترانی

والقیاس الإقترانی إمامن حملیتین کمامروإما من متصلتین کقولنا إن کانت الشمس طالعة فالنهار موجود وکلما کان النهار موجودا فالأرض مضیئة ینتج إن کانت الشمس طالعة فالأرض مضیئة وإما من منفصلتین کقولنا کل عدد إما زوج أوفرد وکل زوج فهوإمازوج الزوج أوزوج الفرد ینتج کل عدد فهو إما فرد أوزوج الزوج أوزوج الفرد وإما من حملیة ومتصلة کقولنا کلما کان هذا إنسانا فهو حیوان وکل حیوان فهو جسم ینتج کلما کان هذا إنسانا فهو جسم واما من حملیة ومنفصلة کقولنا کل عدد إما فرد أوزوج

وكل زوج فهو منقسم بمتساويين ينتج كل عدد فهو إما فرد وإما منقسم بمتساويين وإما من متصلة ومنفصلة كقولنا كلما كان هذا إنسانا فهو حيوان وكل حيوان فهو إما أبيض أو أسود ينتج كلما كان هذا إنسانا فهو إما أبيض أو أسود.

ترجمہ: قیاس اقترانی یا تو دو حملیوں سے مرکب ہوگا جیسا کہ اس کی مثالیں گزریں...... یا دو متصلہ سے مرکب ہوگا جیسے ہمارا قول کہ اگر سورج طلوع ہوگا تو دن موجود ہوگا اور جب بھی دن موجود ہوگا تو زمین روشن ہوگی، نتیجہ آئے گا کہ اگر سورج طلوع ہوگا تو زمین روشن ہوگی...... اور یا دو منفصلہ سے مرکب ہوگا، جیسے ہمارا قول کہ ہر عدد یا تو طاق ہوگا یا جفت اور ہر جفت یا تو جفت کا جفت ہو یا طاق کا جفت ہوگا...... اور یا حملیہ اور متصلہ سے مرکب ہوگا، جیسے ہمارا قول کہ جب بھی یہ انسان ہوگا تو حیوان ہوگا اور ہر حیوان جسم ہے، نتیجہ آئے گا کہ جب بھی یہ انسان ہوگا تو جسم ہوگا...... اور یا حملیہ و منفصلہ سے مرکب ہوگا، جیسے ہمارا قول کہ ہر عدد یا تو طاق ہوگا یا جفت اور ہر جفت دو برابر حصوں میں تقسیم ہوتا ہے، نتیجہ آئے گا کہ ہر عدد یا تو طاق ہوگا یا دو برابر حصوں میں تقسیم ہوگا...... اور یا متصلہ و منفصلہ سے مرکب ہوگا جیسے ہمارا قول کہ جب بھی یہ انسان ہوگا تو حیوان ہوگا اور ہر حیوان یا تو سفید ہوگا یا کالا ہوگا، نتیجہ آئے گا کہ جب بھی یہ انسان ہوگا تو وہ یا تو سفید ہوگا یا کالا ہوگا۔

قوله اما من حمليتين الخ: مصنفؒ فرما رہے ہیں کہ قیاس اقترانی کے دو قضیوں سے مرکب ہونے کی چھ صورتیں ہیں:...... ا۔ دونوں حملیہ ہوں...... ۲۔ دونوں متصلہ ہوں...... ۳۔ دونوں منفصلہ ہوں...... ۴۔ ایک حملیہ اور ایک متصلہ ہو...... ۵۔ ایک حملیہ اور ایک منفصلہ ہو...... ۶۔ ایک متصلہ اور ایک منفصلہ ہو۔

قوله كمامر الخ: یعنی دونوں حملیہ ہوں، ان کی مثال **كل جسم مؤلف و كل مؤلف محدث**، باقی کی مثالیں متن میں مصنفؒ نے ذکر فرمادی ہیں،

بحث قیاس استثنائی

وأما القياس الإستثنائی فالشرطية الموضوعة فيه إن كانت متصلة فاستثناء المقدم ينتج عين التالی كقولنا إن كان هذا إنسانا فهو حيوان لكنه إنسان فيكون حيوان واستثناء نقيض التالی ينتج نقيض المقدم كقولنا ان كان هذا إنسانا فهو حيوان لكنه ليس بحيوان فلا يكون إنسانا وان كانت منفصلة حقيقة فاستثناء أحد الجزئين ينتج نقيض الأخر واستثناء نقيض أحدهما ينتج عين الأخر وعلى هذا مانعة الجمع ومانعة الخلو.

ترجمہ: قیاس استثنائی میں جو شرطیہ مقرر ہوتا ہے، اگر وہ متصلہ ہو تو مقدم کا استثناء کرنے سے نتیجہ میں تالی آئے گی، جیسے ہمارا قول کہ اگر یہ اِنسان ہے تو حیوان بھی ہے، لیکن وہ اِنسان ہے، پس وہ حیوان ہی اور تالی کی نقیض کا استثناء کرنے سے نتیجہ میں مقدم کی نقیض آئے گی جیسے ہمارا قول کہ اگر یہ اِنسان ہے تو حیوان بھی ہے، لیکن وہ حیوان نہیں ہے، پس وہ اِنسان نہیں ہے اور اگر شرطیہ منفصلہ حیققیہ ہے تو کسی ایک جز (یعنی مقدم یا تالی) کا استثنا کرنے سے نتیجہ میں دوسرے جز کی نقیض آئے گی اور کسی ایک کی نقیض کا استثناء کرنے سے نتیجہ میں دوسرا جز آئے گا، اسی طرح مانعۃ الجمع او مانعۃ الخلو میں بھی ہوگا۔

قوله القياس الإستثنائی: مصنفؒ یہاں سے قیاس استثنائی کے بارے میں فرما رہے ہیں۔

والموضوعة سے مراد دونوں جز ہیں۔

قوله إن كانت متصلة الخ: اگر متصلہ ہے تو دو صورتیں ہیں۔

۱- اگر عین مقدم کا استثناء کریں گے تو نتیجہ عین تالی آئے گا، جیسے **إن كانت الشمس طلعة فالنهار موجود.**

۲- اگر نقیض تالی کا استثناء کریں گے تو نتیجہ نقیض مقدم آئے گا، جیسے **إن كانت الشمس طالعة فالنهار موجود لكن النهار ليس بموجود فالشمس ليست بطالعة**

یہ بحث تو اس کی تھی جب لکن سے پہلے والا متصلہ ہو۔

قوله و ان كانت منفصلة الخ: اگر منفصلہ ہے تو یا حقیقیہ ہوگا یا مانعۃ الجمع یا مانعۃ الخلو۔

۱۔ اب اگر حقیقیہ ہے تو دونوں (مقدم اور تالی) میں سے کسی کے بھی عین کا استثناء کرو، نتیجہ دوسرے کی نقیض آئے گا اور اگر کسی کے نقیض کا استثناء کریں تو نتیجہ دوسرے کا عین آئے گا، اس سے چار صورتیں نکلیں گی..... پہلی دو میں مقدم اور تالی کے عین کا استثناء ہوگا..... جیسے:

١ . دائما إما أن يكون هذا العدد زوجا أوفرداً لكنه زوج فليس بفرد.

٢ . دائما إما أن يكون هذا العدد زوجا أوفردا لكنه فرد فليس بزوج.

دوسری دو میں مقدم اور تالی کے نقیض کا استثناء ہوگا جیسے:

١ . دائما إما أن يكون هذا العدد زوجا أوفردا لكنه ليس بزوج فهو فرد.

٢ . دائما إما أن يكون هذا العدد زوجا أو فرداً لكنه ليس بفرد فهو زوج.

اور اگر مانعۃ الجمع ہے تو ہر ایک کے عین کے استثناء سے دوسرے کی نقیض نتیجہ آئے گا۔

١ . هذا الشئ إما شجر أو حجر لكنه حجر فليس بشجر.

٢ . هذا الشئ اما شجر او حجر لكنه شجر فليس بحجر.

اور اگر مانعۃ الخلو ہے تو ہر ایک کی نقیض کے استثناء سے دوسرے کا عین نتیجہ آئے گا۔

١ . هذا الشئى إما لاشجر أولا حجر لكنه ليس بلا حجر فهو لاشجر.

٢ . هذا الشئى إما لاشجر أولا حجر لكنه ليس بلا شجر فهو لاحجر.

ملاحظہ: پہلے جو بتایا تھا کہ حجت کی تین قسمیں ہیں، جس میں سے قیاس کا بیان گزر چکا ہے، باقی دو قسمیں یہ ہیں: استقراء اور تمثیل:

۲۔ استقراء کی تعریف: جزئیات کے تلاش کرنے سے کلی پر حکم کرنا جیسے ہم نے دیکھا کہ ہر حیوان کھاتے وقت نچلا جبڑا ہلاتا ہے تو ہم نے اس کا حکم کلی یعنی تمام حیوانات پر کر دیا کہ ہر حیوان کھاتے وقت نچلا جبڑا ہلاتا ہے سوائے مگرمچھ کے۔

۳۔ تمثیل کی تعریف: ایک جزئی کو دوسری جزئی کے حکم پر کسی علت جامعہ (مشترکہ)

کی وجہ سے قیاس کرنا جیسے شراب حرام ہے اس کے حرام ہونے کی وجہ (علت) نشہ ہے، اور بھنگ کو ہم نے شراب پر قیاس کیا کہ دونوں کی علت جامعہ نشہ ہے، **وماذکر المصنف هذين بل ذكرهما الاستاذ.**

صناعات خمسہ کا بیان

فصل البرهان وهو قول مؤلف من مقدمات يقينية لإنتاج يقين، واليقينيات أقسام ستة : أحدها أوليات كقولنا الواحد نصف الإثنين والكل أعظم من الجز، ومشاهدات نحو الشمس مشرقة والنار محرقة ومجربات كقولنا السقمونيا مسهل للصفراء، وحدسيات كقولنا نور القمر مستفاد من نور الشمس ومتواترات كقولنا محمد رسول الله صلى الله عليه وسلم أدعى النبوة وأظهر المعجزات على يده وقضايا قياساتها معها كقولنا الأربعة زوج بسبب وسط حاضر في الذهن وهو الانقسام بمستساويين والجدل وهو قول مؤلف من مقدمات مقبولة من شخص معتقدبه أومنظنونة والشعر وهه قياس مؤلف من مقدمات ينبسط منها النفس أوينقض والمغالطة وهو قياس مؤلف من مقدمات شبيهة بالحق أومشهورة أومقدمات وهمية كاذبة والعمدة هي البرهان لاغير ولكن هذا اخر الرسالة متلبساً بحمد من له البداية وإليه النهاية.

ترجمہ: (۱) برہان وہ قیاس ہے جو مرکب ہوتا ہے ایسے مقدمات سے جو یقینی ہوتے ہیں تاکہ جو نتیجہ حاصل ہو وہ یقینی ہو...... یقینیات کی چھ قسمیں ہیں، ان میں سے پہلی اولیات ہے جیسے ہمارا قول ایک دو کا نصف ہے اور کل اپنے جز سے بڑا ہے اور دوسری قسم مشاہدہ ہے جیسے سورج روشن ہے اور آگ جلانے والی ہے اور تیسری قسم تجربہ ہے، جیسے ہمارا قول کہ سقمونیا بوٹی دست پت کو زائل کرنے والی ہے اور چوتھی قسم حدس ہے، جیسے ہمارا قول کہ چاند کی روشنی

سورج کی روشنی سے حاصل شدہ ہے اور پانچویں قسم متواتر ہے، جیسے ہمارا قول محمد رسول اللہ نے نبوت کا دعوی کیا اور اپنے ہاتھ پر معجزات کو ظاہر فرمایا اور چھٹی قسم وہ قضیے جن کا قیاس ان کے ساتھ ہوتا ہے (اسے فطریات بھی کہتے ہیں) جیسے ہمارا قول کہ "چار جفت ہے" اس دلیل کی وجہ سے جو ذہن میں حاضر ہے یعنی دو برابر حصوں میں تقسیم کرنا (۲) قیاس جدلی وہ قیاس ہے جو ایسے مقدمات سے مرکب ہو جو مشہور ہیں (۳) قیاس خطابی وہ قیاس ہے جو ایسے مقدمات سے مرکب ہو جو کسی رہنما اور قابل اعتقاد شخص کے نزدیک مقبول ہوں، یا وہ مقدمات گمان و اٹکل پر مبنی ہوں (۴) قیاس شعری وہ قیاس ہے جو ایسے مقدمات سے مرکب ہو جس سے انسانی نفس خوشی کی وجہ سے کھل جائے یا غم کی وجہ سے منقبض ہو جائے یعنی بجھ جائے (۵) مغالطہ وہ قیاس ہے جو ایسے مقدمات سے مرکب ہو جو حقیقی اور مشہور مقدمات کے مشابہہ ہوں یا وہ مقدمات وہمی اور جھوٹے ہوں......ان قسموں میں سے اصل قیاس برہان ہے نہ کہ کوئی اور، چاہئے کہ یہ بات رسالہ کا آخر ہو اس ذات کی تعریف کے ساتھ جس کے لئے ابتداء ہے اور اسی کی طرف تمام چیزوں کی انتہاء و انجام ہے۔

قولہ فصل :مصنفؒ یہاں سے صناعات خمسہ کو بیان کر رہے ہیں، یعنی برہان، جدلی، خطابی، شعری اور مغالطہ، ان کے جاننے سے پہلے مادہ قیاس اور صورت قیاس کا جاننا ضروری ہے۔

مادہ قیاس: مقدمات قیاس کو مادہ قیاس کہتے ہیں۔

صورت قیاس: قیاس کی وہ ھیئت جو اس کے مقدمات کے ترتیب دینے اور حد اوسط کے ملانے سے حاصل ہو۔

قولہ البرھان الخ: برھان کی تعریف یہ ہے کہ وہ قیاس جو مقدمات یقینیہ سے مرکب ہو یقین کا نتیجہ دینے کے لئے۔

یقینیات کی چھ قسمیں

(۱) اولیات: جن میں عقل صرف طرفین (موضوع اور محمول) کے تصور کرنے سے یقین کر لے مثالہ کمامر۔

(۲) مشاہدات: جس میں عقل حس کے واسطے سے حکم لگاتی ہو، اب اگر حواس ظاہرہ ہے تو حسیات کہلائیں گے اور اگر حواس باطنہ ہو تو وجدانیات کہلائیں گے، حواس ظاہرہ اور حواس باطنہ پانچ پانچ ہیں:

حواس خمسہ ظاہرہ: باصرہ (آنکھ) سامعہ (کان) شامہ (ناک) ذائقہ (زبان) لامسہ (پورے جسم میں ہے)۔

حواس خمسہ باطنہ:

۱-قوت مشترکہ: جب تک کوئی چیز حواس خمسہ ظاہرہ کے سامنے ہو تو اس کا ادراک قوت مشترکہ کرتی ہے، اس کو حس مشترک بھی کہتے ہیں۔

۲-قوت خیال: جب وہ چیز سامنے سے غائب ہو جائے تو قوت خیال اس کو اپنے خزانے میں جمع کر لیتی ہے۔

۳-قوت واھمہ: جو معنی جزئی کا ادراک کرتی ہے جیسے دو چیزوں کے درمیان دوستی و دشمنی۔

۴-قوت متصرفہ: جو تصرف کرتا ہو، غور و فکر کرتا ہو۔

۵-قوت حافظہ: قوت معترفہ کا خزانہ ہے۔

اس کی تفصیل یہ ہے کہ انسان کے سر میں تین خانے ہیں، پہلے خانہ کے ابتدائی حصہ کو حصہ مشترکہ کہتے ہیں اور حواس خمسہ ظاہرہ اس کے خادم ہیں، اس کے حکم سے کام کرتے ہیں اور پچھلے حصہ کو حصہ (قوت) خیال کہتے ہیں، یہ حصہ مشترک کا خزانہ ہے، جب چیز حواس ظاہرہ سے ہٹے تو قوت خیال محفوظ کر لیتی ہے، درمیان والے خانہ کو قوت واھمہ کہتے ہیں جو معنی جزئی کا ادراک کرتی ہے (مثلاً شیر کی حیثیت سے بہادری کا معنی اخذ کرنا) اور تیسرے خانہ کے ابتدائی حصہ میں قوت متصرفہ ہے، یہ صورت جزئی اور معنی جزئی کی ترکیب و تحلیل کا کام کرتی ہے جیسے انجینئر عمارت کے نقشہ کو ذہن میں بناتا ہے اور آخری حصہ میں قوت حافظہ ہے جو قوت متصرفہ کا خزانہ ہے۔

(۳) تجربیات: وہ مقدمات جن پر حکم لگانے کے لئے عقل تکرار مشاہدہ کا محتاج

ہو۔

(۴) حدسیات: وہ قضیے کہ ان کی دلیلوں کی طرف ذہن جائے، لیکن صغری اور کبری کی ترتیب دینے کی ضرورت نہ پڑے، یعنی جس میں مبادی دفعۃً ظاہر ہوا ور اس میں تکرار مشاہدہ کی ضرورت نہ ہو۔

(۵) متواترات: وہ مقدمات جو ایسی کثیر جماعت سے سنے گئے ہوں جن کا جھٹلانا عقل محال سمجھتا ہو۔

(۶) فطریات: وہ مقدمات جن کی دلیل کبھی ذہن سے غائب نہیں ہوتی **ویقال لهذا قضايا قياسا تها معها.**

۲- قیاس جدلی کی تعریف: وہ قیاس جو مقدمات مشہورہ سے مرکب ہو، اب چاہے یہ شہرت مفاد عامہ کی وجہ سے ہو جیسے **العدل حسن و الظلم قبيح** یا اس کی شہرت سے کسی خاص قوم کے ہاں ہو جیسے ہندو کے ہاں گائے ذبح کرنا قبیح ہے۔

۳- قیاس خطابی کی تعریف: وہ قیاس جو مقدمات مقبولہ سے مرکب ہو جیسے علماء، حکما، اولیاء کے اقوال یا ایسے مقدمات ہو جن میں غالب گمان صحیح ہونے کا ہو جیسے **فلان يطوف في الليل و كلما يطوف في الليل سارق**، اب چونکہ رات کو گھومنے والے اکثر چور ہوتے ہیں تو غالب گمان یہ ہے کہ یہ گھومنے والا بھی چور ہے (یہ فن خطابت زیادہ واعظین، خطباء اور بڑے لوگوں میں ہوتا ہے کہ وہ اس سے کام لیتے ہیں)

۴- قیاس شعری کی تعریف: وہ قیاس جو ایسے مقدمات سے مرکب ہو جس سے نفس میں خوشی یا تنگی پیدا ہو جیسے شعراء کے اقوال۔

۵- قیاس مغالطہ یا قیاس سفسطی کی تعریف: وہ قیاس جو ایسے مقدمات سے مرکب ہو جو محض وہمی اور جھوٹے ہوں یا مقدمات مشہورہ سے مرکب ہو یا ایسے مقدمات سے مرکب ہو جو حق کے ساتھ مشابہ ہو جیسے تصویر کی طرف اشارہ کر لے **هذا فرس و كل فرس**

صاھل فھذا صاھل اس کا مقصد کسی کو مغالطہ دینا یعنی غلطی میں ڈالنا۔

محض وہمی اور جھوٹے مقدمات کی مثال: **زید اسد و کل اسد مفترس فزید مفترس**، یہ اشتباہ حقیقت اور مجاز میں ہے، یہاں مراد مجاز ہے۔

ملاحظہ: ان قیاسوں میں اصل قیاس برھان ہے. **کما قال المصنف** کیونکہ یہ یقین کا فائدہ دیتا ہے اور اعتقادیات میں استعمال کیا جاتا ہے۔

مباحث تصدیقات ایک نظر میں:

مباحث قضایا: قضیہ حملیہ، شرطیہ۔

بحث حملیہ..... موضوع، محمول، رابطہ، شخصیہ، طبعیہ، محصورہ، مہملہ، موجبہ کلیہ، موجبہ جزئیہ، سالبہ کلیہ، سالبہ جزئیہ، حمل، حمل بالاشتقاق، حمل بالمواطاۃ، خارجیہ، حقیقیہ، فرضیہ، معدولہ، محصلہ

مباحث قضایا موجہات: مادہ، جہت، موجہہ، ضرورت، دوام، فعلیت، امکان، ذات موضوع، وصف عنوان للموضوع، عقد وضعی، ذات محمول، وصف عنوان للمحمول، عقد حملی، بسیطہ، مرکب۔

بسائط: ضروریہ مطلقہ، دائمہ مطلقہ، مشروطہ عامہ، عرفیہ عامہ، وقتیہ مطلقہ، منتشرہ مطلقہ، مطلقہ عامہ، ممکنہ عامہ۔

مرکبات: مشروط خاصہ، عرفیہ خاصہ، وقتیہ، منتشرہ، وجودیہ لاضروریہ، وجودیہ لا دائمہ، ممکنہ خاصہ۔

بحث شرطیہ..... مقدم، تالی، متصلہ، لزومیہ، اتفاقیہ، علاقہ، علاقہ علیت و معلولیت، علاقہ تضایف، منفصلہ، حقیقیہ، مانعۃ الجمع، مانعۃ الخلو، عنادیہ، اتفاقیہ، عدد، عدد ناطق، زائد، ناقص، مساوی، عدد اصم۔

مباحث تناقض: تناقض، وحدات ثمانیہ، اختلاف فی المحصورتین۔

مباحث عکس: عکس، عکس مستوی، عکس نقیض۔

مباحث قیاس: حجت، قیاس، اقترانی، استثنائی، اشکال اربعہ، اصغر، اکبر، حد اوسط،

بحث اقترانی، بحث استثنائی، استقراء، تمثیل۔

صناعات خمسہ: قیاس برہان، اولیات، مشاہدات، تجربیات، حدسیات، متواترات، فطریات، قیاس جدلی، قیاس خطابی، قیاس شعری، قیاس مغالطہ۔

کل مباحث ۵ اور کل اصطلاحات ۱۰۰

بحمد الله قدتم هذا الترتيب في يوم الأحد التاريخ ۴/ رجب ۱۴۱۹ھ الموافق ۲۵/ اكتوبر ۱۹۹۸ء بعد تصحيحه وقد أتممت في حيات الاستاذ العلامة الشهيد قدس سره التاريخ ۲۳/ ربيع الثانى ۱۴۱۸ھ الموافق ۲۸/ أغسطس ۱۹۹۷ء يوم الخميس.

وأنا العبد المفتقر إلى الله الحميد، أحد من تلاميذ الأستاذ الشهيد نور الله مرقده وبرد الله مضجعه .

تسهيل المنطق فى حل أسئلة تيسير المنطق

ملاحظہ: تمرینات کو حل کرنے سے قبل تمام اصطلاحات وتعریفات کا ذہن میں ہونا لازمی ہے۔

تصورات

درس اول:

ان مثالوں میں غور کر کے تصور وتصدیق بتاؤ:

۱- زید کا گھوڑا	تصور	۶- محمد ﷺ اللہ کے سچے رسول ہیں	تصدیق
۲- عمر کی بیٹی	تصور	۷- جنت حق ہے	تصدیق
۳- عمرو، زید کا غلام	تصور	۸- دوزخ کا عذاب	تصور
۴- بکر، خالد کا بیٹا ہوگا	تصور	۹- قبر کا عذاب حق ہے	تصدیق
۵- سرد پانی	تصور	۱۰- مکہ معظمہ	تصور

فائدہ: تصور اور تصدیق کی پہچان کے لئے یہ کافی ہے کہ تصور وہ جس میں حکم نہ پایا جائے اور تصدیق وہ جس میں حکم پایا جائے اور حکم ''ہے'' یا ''نہیں'' ہوتا ہے۔

درس ثانی:

تصور اور تصدیق اس میں کون کونسی ہیں؟

۱- پل صراط	تصور نظری	۷- ترازو اعمال کی	تصور نظری
۲- جنت	تصور نظری	۸- جنت کے خزانے	تصور نظری

۳-قبر کا عذاب	تصور نظری	۹-عمر کا بیٹا کھڑا ہے	تصدیق بدیہی
۴-چاند	تصور بدیہی	۱۰-کوثر جنت کی حوض ہے	تصدیق نظری
۵-آسمان	تصور بدیہی	۱۱-آفتاب روشن ہے	تصدیق بدیہی
۶-دوزخ موجود ہے	تصدیق نظری		

درس ثالث:

اصطلاحات کی تعریفات بتاؤ:

۱-سوال: فکر اور نظر کی تعریف بتاؤ؟

جواب: دو یا زیادہ علم کو ملا کر کسی نامعلوم چیز کو معلوم کرنا، اسی مصدری معنی کا نام نظر، فکر اور غور ہے۔

۲-سوال: منطق کی تعریف کرو؟

جواب: جس علم سے کسی چیز کی تعریف یا دلیل بنانے میں غلطی سے حفاظت ہو،

۳-سوال: منطق کا غرض کیا ہے؟

جواب: غور وفکر کا صحیح ہونا،

۴-سوال: موضوع کس کو کہتے ہیں؟

جواب: جس چیز کے حالات سے کسی علم میں بحث ہو۔

۵-سوال: منطق کا موضوع کیا ہے؟

جواب: وہ تعریفات اور دلیلیں جن کے جاننے سے تصور وتصدیق کا علم ہو۔

درس رابع:

اصطلاحات کی تعریف بتاؤ:

۱-سوال: دلالت کی تعریف بتاؤ؟

جواب: کسی چیز کا خود بخود قدرتی طور پر یا کسی کے مقرر کرنے سے ایسا ہونا کہ اس پہلی چیز (دال) کے علم سے دوسری نامعلوم چیز (مدلول) کا علم حاصل ہو جائے، اس مصدری معنی کا نام

دلالت ہے۔

۲- سوال: وضع کی تعریف کرو؟

جواب: ایک چیز کا دوسری چیز کے ساتھ خاص کر دینا یا مقرر کر دینا کہ پہلی چیز (موضوع) سے دوسری چیز (موضوع لہ) کا علم حاصل ہو، اس مصدری معنی کا نام وضع ہے۔

۳-سوال: دلالت لفظیہ و غیر لفظیہ کی تعریف اور ان دونوں کی قسمیں بتاؤ؟

جواب: دلالت لفظیہ یہ ہے کہ جس میں دال لفظ ہو۔

اس کی تین قسمیں ہیں......

۱- وضعیہ: دال لفظ ہو اور دلالت بوجہ وضع کے ہو۔

۲-طبعیہ: دال لفظ ہو اور دلالت بوجہ طبعیت کے تقاضہ کے ہو۔

۳-عقلیہ: دال لفظ ہو اور دلالت بوجہ عقل کے تقاضہ کے ہو۔

دلالت غیر لفظیہ یہ ہے کہ جس میں دال لفظ نہ ہو۔

اس کی بھی تین قسمیں ہیں......

۱-غیر لفظیہ وضعیہ: دال لفظ نہ ہو اور دلالت بوجہ (واضع کے) وضع کے ہو۔

۲-طبعیہ: دال لفظ نہ ہو اور دلالت بوجہ طبیعت کے تقاضہ کے ہو۔

۳-عقلیہ: دال لفظ نہ ہو اور دلالت بوجہ عقل کے تقاضہ کے ہو۔

مندرجہ ذیل مثالوں میں دلالت، دال اور مدلول بتائیے:

امثلہ	دلالت	دال	مدلول
۱-سر کا ہلانا، ہاں یا نہیں	غیر لفظیہ وضعیہ	سر کا ہلانا	ہاں یا نہیں
۲- سرخ جھنڈی، ریل کا ٹھیرانا	غیر لفظیہ وضعیہ	سرخ جھنڈی	ریل کا ٹھیرانا

۳-تار کے کھٹکے کی آواز، تار کا مضمون	غیر لفظیہ وضعیہ	تار کے کھٹکے کی آواز	تار کا مضمون
۴-لفظ، قلم، تختی	لفظیہ وضعیہ	لفظ، دال ہے، قلم کا لفظ دال ہے الخ	"ملتلفظ بہ الانسان" مدلول ہے، مسمی قلم مدلول ہے الخ
۵-دھوپ، آفتاب	غیر لفظیہ عقلیہ	دھوپ	آفتاب
۶-آہ، اوہ، اوہ	لفظیہ طبعیہ	آہ، اوہ، اوہ	درد سینہ

درس خامس:

امثلہ میں دلالت لفظیہ وضعیہ کی قسمیں بتاؤ:

۱-نابینا، آنکھ	دلالت التزامی یعنی نابینا کا تصور بغیر آنکھ کے نہیں ہوسکتا (کیونکہ دیوار کو نابینا نہیں کہتے)۔
۲-لنگڑا، ٹانگ	دلالت التزامی یعنی لنگڑے کا تصور بغیر ٹانگ کے نہیں ہوسکتا۔
۳-درخت، شاخیں	دلالت تضمنی یعنی شاخیں درخت کا جزء ہیں۔
۴-نکٹا، ناک	دلالت التزامی یعنی نکٹے کا تصور بغیر ناک کے نہیں ہوسکتا۔
۵-ہدایہ، کتاب الصوم	دلالت تضمنی یعنی کتاب الصوم ہدایہ کا جز ہے۔
۶-ہدایۃ النحو، مقصد اول	دلالت تضمنی یعنی مقصد اول ہدایۃ النحو کا جز ہے۔
۷-چاقو، اس کا دستہ	دلالت تضمنی یعنی دستہ چاقو کا جزء ہے۔

درس سادس:

۱-احمد	مفرد	۵-ظہر کی نماز	مرکب (ناقص)
۲-مظفر نگر	مفرد	۶-رمضان روزہ	مرکب (ناقص)

۳-اسلام آباد	مفرد	۷-ماہ رمضان	مرکب (ناقص)
۴-عبدالرحمٰن	مفرد	۸-جامع مسجد	مرکب (ناقص)
		۹-دھلی کی جامع مسجد خدا کا گھر ہے	مرکب (تام)

درس سابع:

۱-گھوڑا	کلی	۹-سفید چادر	کلی
۲-بکری	کلی	۱۰-یہ کرتہ	جزئی
۳-میری بکری	جزئی	۱۱-ستارہ	کلی
۴-زید کا غلام	جزئی	۱۲-دیوار	کلی
۵-سورج	کلی	۱۳-یہ مسجد	جزئی
۶-یہ سورج	جزئی	۱۴-یہ پانی	جزئی
۷-آسمان	کلی	۱۵-میرا قلم	جزئی
۸-یہ آسمان	جزئی		

ملاحظہ: اضافت اور اشارہ کی وجہ سے شئی جزئی بن جاتی ہے کیونکہ ان کے مفہوم میں شرکت نہیں ہوسکتی۔

درس ثامن:

مندرجہ ذیل میں کلی ذاتی وعرضی بتائیے:

۱-جسم نامی، درخت انار	جسم نامی، درخت انار کیلئے ذاتی ہے
۲-میٹھا انار	میٹھا، انار کیلئے عرضی ہے
۳-حیوان فرس	حیوان، فرس کیلئے ذاتی ہے
۴-سرخ انار	سرخ ہونا انار کیلئے عرضی ہے

۵-قوی گھوڑا	قوی ہونا گھوڑے کیلئے عرضی ہے
٦-کشادہ مسجد	کشادگی، مسجد کیلئے عرضی ہے
۷-جسم پتھر	جسم، پتھر کیلئے ذاتی ہے
۸-سخت پتھر	سخت ہونا پتھر کیلئے عرضی ہے
۹-لوہا چاقو	لوہا، چاقو کیلئے ذاتی ہے
۱۰-تیز چاقو	تیزی، چاقو کیلئے عرضی ہے
۱۱-تیز تلوار	تیزی تلوار کیلئے عرضی ہے

ملاحظہ: کلی ذاتی وہاں ہوگی جہاں شئی بذات خود قائم ہو اور ٹھوس چیز ہو اور کلی عرضی وہاں ہوگی جہاں شئی غیر کے واسطہ سے قائم ہو، جیسے اوصاف، الوان۔

درس تاسع:

مندرجہ ذیل میں بتائیے کہ ایک چیز دوسری چیز کے لئے جنس ہے یا نوع ہے یا فصل ہے یا خاصہ ہے یا عرض عام ہے۔

۱-حیوان، فرس	حیوان، فرس کیلئے جنس ہے
۲-جسم نامی، شجر انار	جسم نامی، شجر انار کیلئے جنس ہے
۳-حیوان، حساس	حساس، حیوان کیلئے فصل ہے
۴-فرس، صاہل	صاہل، فرس کیلئے فصل ہے
۵-انسان، کاتب	کاتب، انسان کیلئے خاصہ ہے
٦-انسان، قائم	قائم، انسان کیلئے عرض عام ہے
۷-جسم مطلق، فرس	جسم مطلق، فرس کیلئے جنس ہے
۸-غنم، ماشی	ماشی، غنم کیلئے عرض عام ہے
۹-حمار، ناھق	ناھق، حمار کیلئے فصل ہے
۱۰-انسان، ہندی	ہندی ہونا انسان کیلئے عرض عام ہے

درس عاشر:

حضرت علامہ شہیدؒ نے چار اصطلاحات بیان فرمائی ہیں:

۱-حیوان ناطق: ایک شئی کی حقیقت کو لے کر سوال کرنا جیسے یوں کہیں کہ:

الإنسان ماھو تو جواب حیوان ناطق ہوگا، اسی طرح فرس کی حقیقت، حیوان صاہل اور گدھے کی حقیقت، حیوان ناھق ہے۔

۲-حیوان: دو شئی یا زیادہ کو لے کر سوال کریں، جیسے **الإنسان والفرس ماھما او الإنسان والفرس والغنم ماھم** تو جواب حیوان ہوگا۔

۳-جسم نامی: دو چیز (یا زیادہ) کو لے کر سوال کریں اور غیر جاندار بھی شامل کرلیں، جیسے **الإنسان والفرس والشجر ماھا** تو جواب جسم نامی (بڑھنے والا جسم) ہوگا۔

۴-جسم (مطلق): دو شئی (یا زیادہ) کو لے کر سوال کریں اور نہ بڑھنے والی شئی کو بھی شامل کرلیں، جیسے **الإنسان والشجر والحجر ماھا** تو جواب جسم یعنی جسم مطلق ہوگا۔

حضرت علامہ ھالیجوی مدظلہ جوہر کی تعریف فرماتے ہیں کہ:

جوھر: دو چیزوں کو لے کر سوال کریں اور غیر مادی چیز کو بھی شامل کرلیں، جیسے **الإنسان والعقل ماھما** جواب جوہر ہوگا۔

مندرجہ ذیل میں اصطلاحات ماھو بتایئے:

۱-فرس و انسان	حیوان	۷-انسان	حیوان ناطق
۲-فرس و غنم	حیوان	۸-فرس	حیوان صاہل
۳-درخت انگور، حجر	جسم مطلق	۹-حمار	حیوان ناہق
۴-آسمان، زمین، زید	جسم	۱۰-بکری، اینٹ، پتھر، ستارہ	جسم
۵-شمس، قمر، درخت، انبہ	جسم	۱۱-پانی، ہوا، حیوان	جوہر
۶-مکھی، چڑیا، گدھا	حیوان		

درس واحد عشر:

مندرجہ ذیل امثلہ میں کون کس کے لئے جنس وفصل (قریب وبعید) ہے، بتائیے۔

۱- ناطق	انسان کیلئے فصل قریب ہے
۲- جسم	انسان کیلئے جنس بعید وفصل بعید ہے
۳- جسم نامی	حیوان کیلئے فصل قریب اور جنس قریب ہے
۴- ناھق	گدھے کیلئے فصل قریب ہے
۵- صاہل	گھوڑے کیلئے فصل قریب ہے
۶- حساس	انسان کیلئے فصل بعید اور حیوان کیلئے فصل قریب ہے
۷- نامی	درخت کیلئے فصل قریب اور حیوان کیلئے فصل بعید ہے

درس ثانی عشر:

مندرجہ ذیل کلیات میں نسبتیں واضح کریں۔

۱- حیوان، فرس	عموم خصوص مطلق	۷- انسان، غنم	تباین
۲- انسان، حجر	تباین	۸- رومی، انسان	عموم خصوص من وجہ
۳- جسم، حمار	عموم خصوص مطلق	۹- غنم، حمار	تباین
۴- حیوان، اسود	عموم خصوص من وجہ	۱۰- فرس، صاہل	تساوی
۵- جسم نامی، شجر نخل	عموم خصوص مطلق	۱۱- حساس، حیوان	تساوی
۶- حجر، جسم	عموم خصوص مطلق		

درس ثالث عشر:

مندرجہ ذیل میں اقسام معرف بتائیے۔

۱- جوہر ناطق	حد ناقص انسان کیلئے	۷- جسم ناہق	حد ناقص حمار کیلئے

۲-جسم نامی ناطق	حدناقص انسان کیلئے	۸-حساس	حدناقص حیوان کیلئے
۳-جسم حساس	حدناقص حیوان کیلئے	۹-ناطق	حدناقص انسان کیلئے
۴- جسم متحرک بالارادة	حدناقص حیوان کیلئے	۱۰- الكلمة لفظ وضع لمعنى مفرد	حدتام کلمہ کیلئے
۵-حیوان صاہل	حدتام فرس کیلئے	۱۱- الفعل كلمة دلت على معنى فى نفسها مقترن باحد الازمنة الثلثة	حدتام فعل کیلئے
۶-حیوان ناہق	حدتام حمار کیلئے		

تصدیقات

درس ثانی:

قضایا مندرجہ ذیل میں اقسام قضایا بتاؤ:

١-عمرو مسجد میں ہے	حملیہ مخصوصہ (شخصیہ)	٧-ہر گھوڑا جسم والا ہے	حملیہ محصورۃ (موجبہ کلیہ)
٢-حیوان جنس ہے	حملیہ طبعیہ	٨-کوئی شخص اِنسان نہیں	حملیہ محصورۃ (سالبہ کلیہ)
٣-ہر گھوڑا ہنہناتا ہے	حملیہ محصورہ (موجبہ کلیہ)	٩- ہر جاندار مرنے والا ہے	حملیہ محصورۃ (موجبہ کلیہ)
٤- کوئی گدھا بے جان نہیں	حملیہ محصورۃ (سالبہ کلیہ)	١٠-ہر متکبر ذلیل ہے	حملیہ محصورۃ (موجبہ کلیہ)
٥-بعض اِنسان لکھنے والے ہیں	حملیہ محصورۃ (موجبہ جزئیہ)	١١- ہر متواضع عزت والا ہے	حملیہ محصورۃ (موجبہ کلیہ)
٦- بعض اِنسان ان پڑھ ہیں	حملیہ محصورۃ (موجبہ جزئیہ)	١٢-ہر حریص خوار ہے	حملیہ محصورۃ (موجبہ کلیہ)

درس ثالث:

مندرجہ ذیل میں اقسام قضایا شرطیہ بتاؤ:

١-اگر یہ شئ گھوڑا ہے تو جسم ضرور ہو	شرطیہ متصلہ (لزومیہ)
٢-یہ شئ گھوڑا ہے یا گدھا	شرطیہ منفصلہ (مانعۃ الجمع)

۳-یہ شیٔ یا تو جاندار ہے یا سفید ہے	شرطیہ منفصلہ (اتفاقیہ)
۴-اگر گھوڑا ہنہنانے والا ہے تو انسان جسم ہے	شرطیہ متصلہ (اتفاقیہ)
۵-زید عالم ہے یا جاہل ہے	شرطیہ منفصلہ (عنادیہ حقیقیہ)
۶-عمرو بولتا ہے یا گونگا ہے	شرطیہ منفصلہ (عنادیہ حقیقیہ)
۷-بکر شاعر ہے یا کاتب	شرطیہ منفصلہ (اتفاقیہ)
۸-زید گھر میں ہے یا مسجد میں	شرطیہ منفصلہ (مانعۃ الجمع)
۹-خالد بیمار ہے یا تندرست ہے	شرطیہ منفصلہ (حقیقیہ)
۱۰-زید کھڑا ہے یا بیٹھا ہے	شرطیہ منفصلہ (مانعۃ الجمع)
۱۱-یہ بات نہیں ہے کہ اگر رات ہوگی تو سورج نکلا ہو	شرطیہ متصلہ (سالبہ)
۱۲-اگر سورج نکلے گا تو زمین روشن ہوگی	شرطیہ متصلہ (لزومیہ)
۱۳-اگر وضو کرو گے تو نماز صحیح ہوگی	شرطیہ متصلہ (لزومیہ)
۱۴-اگر ایمان کے ساتھ اعمال صالحہ کرو گے تو جنت میں جاؤ گے	شرطیہ متصلہ (لزومیہ)
۱۵-آدمی نیک بخت ہے یا بد بخت	شرطیہ منفصلہ (مانعۃ الجمع)

درس رابع:

ان قضایا کی نقیضیں بتاؤ اور جو دو قضیئے یکجا (ایک ساتھ) لکھے جاتے ہیں، ان میں تمہارے نزدیک تناقض ہے یا نہیں، اگر نہیں تو کون سی شرط نہیں؟

امثلہ	نقائض وتناقض	اقسام واشراط
۱-ہر گھوڑا جاندار ہے	بعض گھوڑے جاندار نہیں ہیں	سالبہ جزئیہ (باعتبار نقیض)
۲-بعض جانداروں میں بکری ہے	کسی جانداروں میں سے بکری نہیں۔	سالبہ کلیہ (باعتبار نقیض)
۳-کوئی انسان درخت نہیں ہے	بعض انسان درخت ہے	موجبہ جزئیہ (باعتبار نقیض)

۴-عمرو مسجد میں ہے	عمرو گھر میں نہیں ہے	مکان ایک نہیں حالانکہ مکان کا ایک ہونا شرط ہے۔
۵- بکر زید کا بیٹا ہے، بکر عمرو کا بیٹا نہیں ہے	اضافت ایک نہیں لہذا تناقض نہ ہوا	اضافت ایک نہیں حالانکہ اضافت کا ایک ہونا شرط ہے
۶- فرنگی گورا ہے، فرنگی گورا نہیں ہے	اس میں کل ایک ہے لہذا تناقض ہوگا	تناقض کل میں ہوا اور کل کا ایک ہونا شرط ہے
۷-ہر انسان جسم ہے	بعض انسان جسم نہیں ہیں	سالبہ جزئیہ (باعتبار نقیض)
۸-بعض سپید جاندار ہیں	کوئی سپید جاندار نہیں ہے	سالبہ کلیہ (باعتبار نقیض)
۹- بعض جاندار گدھا نہیں ہے	ہر جاندار گدھا ہے	موجبہ کلیہ (باعتبار نقیض)
۱۰-بعض انسان لکھنے والے ہیں	کوئی انسان لکھنے والا نہیں ہے	سالبہ کلیہ (باعتبار نقیض)
۱۱-بعض بکریاں کالی نہیں	ہر بکری کالی ہے	موجبہ کلیہ (باعتبار نقیض)
۱۲- زید دن کو سوتا ہے، زید رات کو نہیں سوتا ہے	زمان ایک نہیں لہذا تناقض بھی نہیں	زمان ایک نہیں حالانکہ اس کا ایک ہونا شرط ہے

اس شعر میں وحدات ثمانیہ منحصر ہیں:

در تناقض ہشت وحدت شرط داں
وحدت موضوع و محمول و مکاں
وحدت شرط و اضافت جز و کل
قوت و فعل است در آخر زماں

درس خامس:

مندرجہ ذیل کے عکس بمع قضیہ بتاؤ:

امثلہ	عکس (مستوی)	قضیہ
۱-ہر انسان جسم ہے	بعض جسم انسان ہیں	موجبہ کلیہ کا موجبہ جزئیہ عکس آتا ہے
۲-کوئی گدھا بے جان نہیں ہے	کوئی بے جان گدھا نہیں ہے	سالبہ کلیہ کا سالبہ کلیہ عکس آتا ہے
۳-کوئی گھوڑا عاقل نہیں ہے	کوئی عاقل گھوڑا نہیں ہے	ایضا
۴-ہر حریص ذلیل ہے	بعض ذلیل حریص ہیں	موجبہ کلیہ کا موجبہ جزئیہ عکس آتا ہے
۵- ہر قناعت کرنے والا عزیز ہے	بعض عزیز قناعت کرنے والے ہیں	ایضا
۶-ہر نمازی سجدہ کرنے والا ہے	بعض سجدہ کرنے والے نمازی ہیں	ایضا
۷- ہر مسلمان خدا کو ایک جاننے والا ہے	بعض خدا کو ایک جاننے والے مسلمان ہیں	ایضا
۸-بعض مسلمان نماز نہیں پڑھتے	بعض نماز نہ پڑھنے والے مسلمان ہیں	سالبہ جزئیہ کا عکس لازمی طور پر نہیں آتا، کبھی آتا ہے، کبھی نہیں آتا
۹-بعض مسلمان روزہ رکھتے ہیں	بعض روزہ دار مسلمان ہیں	موجبہ جزئیہ کا عکس موجبہ جزئیہ ہی آتا ہے
۱۰-بعض مسلمان نمازی ہیں	بعض نمازی مسلمان ہیں	ایضا

درس سادس:

مندرجہ ذیل میں اصغر و اکبر اور حد اوسط، صغری و کبری کو پہچان کر بتاؤ اور نتائج بھی بتاؤ:

۱- ہر انسان ناطق ہے اور ہر ناطق جسم ہے (اس قیاس میں صغریٰ اور کبریٰ دونوں موجبہ کلیہ ہیں) صغریٰ ''ہر انسان الخ'' ہے اور کبریٰ ''ہر ناطق الخ'' ہے، صغریٰ کے اندر ''ہر انسان'' اصغر ہے اور کبریٰ کے اندر ''جسم ہے'' اکبر ہے، اور (دونوں میں) حد اوسط ''ناطق ہے'' (جو صغریٰ کا محمول ہے) اور ''ہر ناطق'' (جو کبریٰ کا موضوع ہے) ان میں آیا ہے،

یہ شکل اول بنی ہے جس کا نتیجہ (موجبہ کلیہ آیا ہے وہ یہ ہے کہ) ''ہر انسان جسم ہے''۔

۲- ہر انسان جاندار ہے اور کوئی جاندار پتھر نہیں (صغریٰ موجبہ کلیہ اور کبریٰ سالبہ کلیہ ہے) صغریٰ ''ہر انسان الخ'' ہے اور کبریٰ ''کوئی جاندار الخ'' ہے۔

صغریٰ میں ''انسان'' اصغر ہے اور کبریٰ میں ''پتھر نہیں'' اکبر ہے اور حد اوسط ''جاندار'' ہے، یہ بھی شکل اول بنی ہے، جس کا نتیجہ (سالبہ کلیہ آیا ہے وہ یہ ہے کہ) ''کوئی انسان پتھر نہیں''۔

۳- بعض جاندار گھوڑے ہیں اور ہر گھوڑا ہنہنانے والا ہے (صغریٰ موجبہ جزئیہ اور کبریٰ موجبہ کلیہ ہے) صغریٰ ''بعض جاندار الخ'' اور ہے کبریٰ ''ہر گھوڑا الخ'' ہے، صغریٰ میں ''بعض جاندار'' اصغر ہے اور کبریٰ میں ''ہنہنانے والا ہے'' اکبر ہے، حد اوسط ''گھوڑا'' ہے، یہ بھی شکل اول ہے جس کا نتیجہ (موجبہ جزئیہ آیا ہے وہ یہ ہے کہ) ''بعض جاندار ہنہنانے والے ہیں''

۴- بعض مسلمان نمازی ہیں اور ہر نمازی اللہ کا پیارا ہے۔

یہ قیاس اور اس کا نتیجہ مثال نمبر ۳ کی طرح ہے، صرف الفاظ کا فرق ہے فافہم۔

۵- بعض مسلمان ڈاڑھی منڈانے والے ہیں اور کوئی ڈاڑھی منڈانے والا اللہ کو نہیں بھاتا (صغریٰ موجبہ جزئیہ اور کبریٰ سالبہ کلیہ) صغریٰ ''بعض مسلمان الخ'' ہے اور کبریٰ ''کوئی ڈاڑھی الخ'' ہے۔

صغریٰ میں ''بعض مسلمان'' اصغر ہے اور کبریٰ میں ''اللہ کو نہیں بھاتا'' ہے، حد اوسط ''منڈانے والا ہے'' یہ شکل اول ہے جس کا نتیجہ (سالبہ جزئیہ آیا ہے وہ یہ ہے کہ) ''بعض مسلمان اللہ کو نہیں بھاتے''۔

۶- ہر نمازی سجدہ کرنے والا ہے اور ہر سجدہ کرنے والا اللہ کا مطیع ہے۔

اس مثال کو کتاب میں نقشہ پر دیکھ لو، اس کا نتیجہ موجبہ کلیہ آیا ہے، صرف الفاظ کا فرق ہے۔

نتائج اخذ کرنے کا سہل طریقہ:

حضرت علامہ شہید نور اللہ مرقدہ نے نتائج نکالنے کا نہایت ہی آسان طریقہ بتایا ہے کہ نتیجہ ہمیشہ اخس اور ارذل کا تابع ہوتا ہے تو موجبہ اور سالبہ میں اخس سالبہ ہے، کلیہ اور جزئیہ میں ارذل جزئیہ ہے، اس اصول کو مدنظر رکھتے ہوئے نتیجہ نکالنا آسان ہو جاتا ہے۔

ملاحظہ:

اشکال اربعہ میں جن دو قضایا (یعنی صغریٰ اور کبریٰ) کے ملانے سے جو تیسرا قضیہ (نتیجہ) حاصل ہوتا ہے، ان کو ہم ترتیب وار ذکر کرتے ہیں:

شکل اول کے ضروب منتجہ چار ہیں:

صغری + کبری = نتیجہ

۱- موجبہ جزئیہ + موجبہ کلیہ = موجبہ کلیہ

۲- موجبہ جزئیہ + موجبہ کلیہ = موجبہ جزئیہ

۳- موجبہ کلیہ + سالبہ کلیہ + سالبہ کلیہ

۴- موجبہ جزئیہ + سالبہ کلیہ = سالبہ جزئیہ

شکل ثانی کے ضروب منتجہ چار ہیں:

صغری + کبری = نتیجہ

۱- موجبہ کلیہ + سالبہ کلیہ = سالبہ کلیہ

۲- سالبہ کلیہ + موجبہ کلیہ = سالبہ کلیہ

۳- موجبہ جزئیہ + سالبہ کلیہ = سالبہ جزئیہ

۴- سالبہ جزئیہ + موجبہ کلیہ = سالبہ جزئیہ

شکل ثالث کے ضروب منتجہ چھ ہیں:

صغری + کبری = نتیجہ

۱- موجبہ کلیہ+موجبہ کلیہ=موجبہ جزئیہ

۲-موجبہ کلیہ+سالبہ کلیہ=سالبہ جزئیہ

۳-موجبہ کلیہ+موجبہ جزئیہ=موجبہ جزئیہ

۴-موجبہ جزئیہ+موجبہ کلیہ=موجبہ جزئیہ

۵-موجبہ جزئیہ+سالبہ کلیہ=سالبہ جزئیہ

۶-موجبہ کلیہ+سالبہ جزئیہ=سالبہ جزئیہ

شکل رابع کے ضروب منتجہ آٹھ ہیں:

صغریٰ+کبریٰ=نتیجہ

۱-موجبہ کلیہ+موجبہ کلیہ=موجبہ جزئیہ

۲-موجبہ کلیہ+موجبہ جزئیہ=موجبہ جزئیہ

۳-سالبہ کلیہ+موجبہ کلیہ=سالبہ کلیہ

۴-موجبہ کلیہ+سالبہ کلیہ=سالبہ جزئیہ

۵-موجبہ جزئیہ+سالبہ کلیہ=سالبہ جزئیہ

۶-سالبہ جزئیہ+موجبہ کلیہ=سالبہ جزئیہ

۷-موجبہ کلیہ+سالبہ جزئیہ=سالبہ جزئیہ

۸-سالبہ کلیہ+موجبہ جزئیہ=سالبہ جزئیہ

أتممت هذه التمارين في حيات الاستاذ العلامة الشهيد رحمه الله في يوم الأربعاء ۲۷/ محرم الحرام ۱۴۱۸ھ الموافق ۴/ یونیو ۱۹۹۷ء وبعد تصحیحه في يوم الإثنين ۱/ جمادى الاول ۱۴۱۹ھ الموافق ۲۴/ أغسطس ۱۹۹۸ء

كتبه محمد سفيان بلند عفاالله عنه ابن الدكتور بلند اقبال مدظله العالي

وأنا الديو بندى مشرباً والحنفي مذهباً.